



THE  
NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN  
**PROCEEDINGS**  
OF  
**THE SPECIAL COMMITTEE OF THE  
WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA  
TO CONSIDER THE QADIANI ISSUE**

---

**OFFICIAL REPORT**

---

*Tuesday, the 3rd September, 1974*

---

Contain Nos. 1—21)

---

**CONTENTS**

	<i>Pages</i>
1. Recitation from the Holy Qur'an .....	2827
2. Qadiani Issue – General Discussion—(Continued) .....	2827—2924





THE  
NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN  
  
PROCEEDINGS  
OF  
THE SPECIAL COMMITTEE OF THE  
WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA  
TO CONSIDER THE QADIANI ISSUE

---

OFFICIAL REPORT

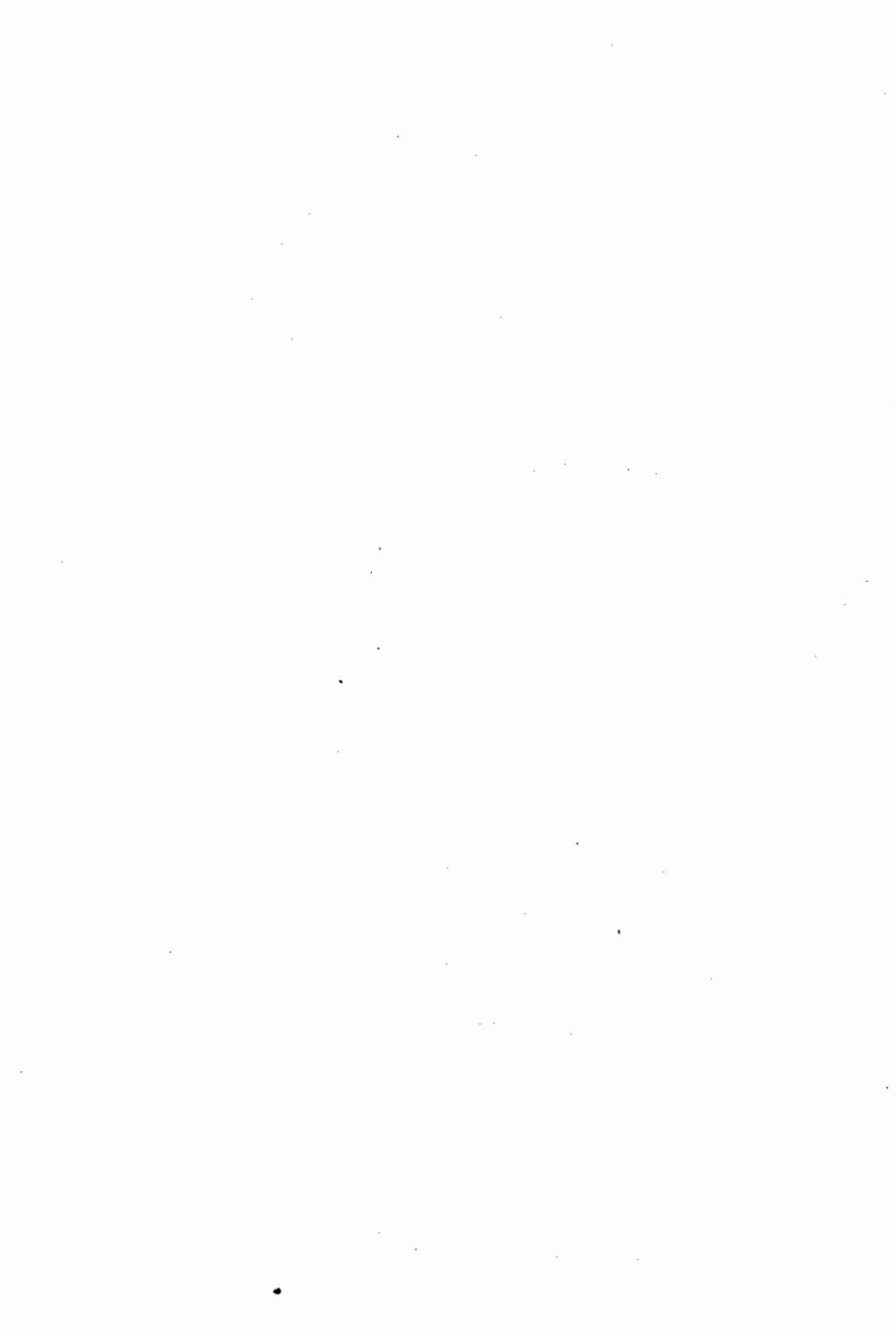
---

*Tuesday, the 3rd September, 1974*

---

Contain Nos. 1—21)

---



## NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN

### PROCEEDINGS OF THE SPECIAL COMMITTEE OF THE WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA

*Tuesday, the 3rd September, 1974*

The Special Committee of the Whole House met in camera in the Assembly Chamber, (State Bank Building), Islamabad, at nine of the clock, in the morning Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.

#### RECITATION FROM THE HOLY QUR'AN

#### QADIANI ISSUE-GENERAL DISCUSSION

صاحبزادہ صفحی اللہ: جناب والا! ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے سامنے جو ذمہ دار اور پورٹ آئی ہے، اسکی روپوزنگ میں غلطیاں ہو گئی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس کی ایک کالی اتارنی جزل صاحب خود صحیح کر کے واپس کر دیں تو وہ چھپائی کیلئے سند رہے گی اور بہت اچھا ہو گا۔

جناب چیئرمین: وہ پانچ کا پیاس تیار کر رہے ہیں۔ جو آپ کو کاپیاں دی گئی ہیں وہ درست نہیں ہیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں۔ پانچ کا پیاس تیار کر رہے ہیں۔ اگر بھی اتارنی جزل صاحب سے درستی ہو جائے گی۔

صاحبزادہ صفحی اللہ: اتارنی جزل صاحب اگر خود کریں تو اچھا ہے۔

جناب چیئرمین: میں نے تو بڑی کوشش کی کہ ممبر ان وقت پر آئیں مگر ایسا ہوا نہیں۔

جناب کرم بخش اعوان: میں آپ کی مہربانی کا بے حد ممنون ہوں۔ میں اپنے وعدے کے مطابق سویرے آگیا تھا اس بات کے گواہ ڈاکٹر محمد شفیع صاحب ہیں۔

جناب چیزیں میں: مجھے پتہ ہے۔ نو بجے تھے۔ میں انتظار کر رہا تھا کہ کم سے کم تین ممبر ہو جائیں۔ یہ جو ممبر ان بیٹھے ہوئے ہیں یہ تو چارے تب بھی آ جاتے اگر آپ تقریر نہ بھی کرتے۔  
(مداخلت)

چوبدری غلام رسول تاریخ: جناب چیزیں میں! میں تو سمجھتا ہوں کہ وقت ہی ضائع ہو رہا ہے۔  
ریزو لیوش آپ ممبران سے پاس کرو اکر بھیج دیتے توفیصلہ ہو جاتا۔  
جناب چیزیں میں: نہیں، نہیں۔ ہر ممبر کو حق ہے کہ اپنی رائے دے۔ ہم بالکل بند نہیں کر سکتے۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے ایک مہینہ اکی بات سنی اور دو کتابیں لکھی ہوئی پڑھ دیں۔ ملک کرم بخش اعوان!

جناب کرم بخش اعوان: محمد و نصیل علی رسولہ الکریم۔ جناب والا! مرزا ناصر احمد امام  
مرزا ایت ربودہ کی طرف سے دیئے گئے محض نامہ کو میں نے غور سے پڑھا ہے اور انہوں نے  
وہ دن کی جرح کے دوران جولغوی میٹنے اور جوتا ویلیں کی ہیں وہ بھی بڑے غور سے سنی ہیں۔ اسی  
طرح لاہوری پارٹی کا وضاحتی بیان بھی پڑھا اور اسکے بھی لغوی میٹنے اور تاویلیں اچھی طرح سے  
سنی ہیں۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں ان کا مقصد یہ ہے کہ مرزا نیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھا  
جائے۔ اور جس طرح وہ نوے ۹۰ سال ہے مسلمان قوم کا شکار کر رہے ہیں اسی طرح اسلام کے  
نام پر اپلیں کرتے رہیں اور قرآن و حدیث کا اسلحہ استعمال کر کے مسلمانوں کو تھیخ کرتے  
رہیں۔

یہ ایک سیاسی تنظیم ہے اور انگریزوں کی پیداوار ہے۔ انگریزوں کو یہ پودا لگانے کی کیوں  
ضرورت محسوس ہوئی؟ یہ ولیم ہنر کی کتاب "دی انڈین مسلمان" پڑھی جائے تو اسے سمجھ پڑتی  
ہے کہ انگریز کو یہ پودا لگانے کی کیوں ضرورت پیش آئی اور اس وقت کیا تکلیف تھی۔ یہ کتاب  
1871ء میں لکھی گئی تھی۔

حضرت سید احمد بریلوی نے جنہوں نے مغلیہ خاندان کے زوال کے بعد تحریک چلا رکھی  
تھی، وہ تحریک تو کمزور ہو گئی تھی لیکن اب تک اسکے آثار باقی تھے۔ ان مجاہدین نے انگریزوں کے

ساتھ 1863ء میں اور 1868ء میں جنگیں لڑیں جن میں ہزاروں انگریزوں کے گئے، اور 1857ء کے غدر کا بھی مسلمانوں کو ہی ذمہ دار نہبہ لایا گیا یہ کتاب دراصل ایک روپرٹ تھی جس میں مسلمانوں کے خلاف کی گئی بغاوت کے مقدمات اور مسلمانوں کے جہاد کی جنگوں کا تذکرہ اس میں درج ہے۔ پڑھ کر یہ فکر تھی کہ گویہ تحریک دب گئی ہے لیکن آزادی کے محابدین کسی وقت بھی جہاد کا نزدہ لگا کر پھر جنگ کر سکتے ہیں، کیونکہ انہوں نے ہندوستان کو دارالحرب سمجھا ہوا ہے جب تک اس کا کوئی تدارک نہ کیا جائے کہ مسلمانوں کو جہاد سے ہٹا دیا جائے، تب تک ہمیں آرام نہیں نہیں ہو سکتا۔ مسلمان قوم کو قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ کسی کی غلام نہیں رہ سکتی۔ اس لیے کوئی ایسا تدارک ضرور ہو جائے کہ مسلمانوں کو جہاد سے ہٹا دیا جائے۔ انہیں ایام میں مرزا غلام احمد نے دو باتوں کا اعلان کر دیا:-

(۱) جہاد کو منسوخ کر دو۔

(۲) اولی الامر کی اتباع کا اعلان کر دیا (یعنی انگریزوں کی تابعیت کی جائے)۔  
اس میں "من کم" کی شرط ہٹا دی۔ لیکن قرآن کریم میں جو حکم ہے وہ ہے:-

و قتلوا هم حتی لا تكون فتنۃ و يکون الدين لله فان نتهوا فلا عدو ان الا على  
الظلمين۔

سورہ البقرہ۔ ۱۹۳۔

ترجمہ: تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ قتله باقی نہ رہے اور دین اللہ کیلئے ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی رو انہیں۔  
دوسری آیت سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

ان الله شترى من المؤمنين الفهم را موالهم بان لهم العنة يقاتلون فى سبيل  
الله فيقتلون و يقتلون وعدا عليه حقاً فى التوراة والإنجيل والفرقان و من ادنى  
بعهدہ من الله قاسبتو و بيعکم الى بالعيتم لله و ذلك هو الفور العظيم۔  
(سورہ توبہ)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے مومنین کے نفس اور مال خرید لیے ہیں (یعنی سودا کر لیا ہے) بعض جنت کے وہ اللہ کی راہ میں لا رتے ہیں، مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔ یہ اللہ کا عہد ایک پختہ عہد ہے، تورات میں، انجیل میں، قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر عہد کا پورا کرنیوالا ہے۔ خوشیاں مناؤ اس سودے پر جو آپ نے اللہ سے چکالیا ہے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔)

یعنی قرآن کریم کی رو سے جس طرح ہم پر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ فرض ہے اسی طرح جہاد بھی فرض ہے، اور جہاد کے متعلق منسوخی کا حکم لگا کر انہوں نے گمراہی کا ارتکاب کیا ہے۔  
 يَا يَهَا الَّذِينَ امْنَوْا أَطْبَعُوا اللَّهَ وَ أَطْبَعُوا الرَّسُولَ وَ اولى الامر منكم۔ فَإِنْ تَنَازَ عَتْمَ فِي شَيْءٍ فَرَدُوهُ إِلَى اللَّهِ وَ الرَّسُولِ إِنْ كَتَمْتُمْ تَوْمِنُونَ نَ يَا اللَّهُ وَ الْيَوْمُ الْآخِرُ ذَلِكُ خَيْرٌ وَ أَحْسَنٌ تَوْبِيلًا۔

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ صحیح طریق کارہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر۔)

"من گم" کی شرط ہے۔ ان کا اتباع کرو جو تم میں سے ہیں، یعنی جو مسلمان ہیں ان کا اتباع کرو۔ یہیں کہ کوئی سکھ ہو یا کوئی اگریز ہو یا کوئی یہودی ہو یا کوئی بھی ہو تو اس کا اتباع کرو۔ یہ اس میں حکم نہیں ہے اس میں یہ ہے کہ ان کا اتباع کرو جو تم میں سے ہیں تو اس طرح قرآن کویم میں اور بھی کئی جگہ مرتضیٰ احمد نے تفسیح اور ترمیم کی ہے، اور ترجمہ کرتے ہوئے تحریف کی گئی ہے جو یہاں جرج میں ان سے پوچھا گیا۔

تو جناب والا! میں آپ کی توجہ صرف اس امر کی طرف دلاتا ہوں کہ چونکہ یہم نے روپورث پیش کرنی ہے، ان گواہوں کا جو طریقہ اور جو طرز تھادہ ادا کیں اس بیلی نے اچھی طرح سے ملاحظہ کیا ہے کہ وہ جھوٹے گواہ کی طرح کس طرح سے تاویلیں کیا کرتے تھے لہذا میں نے پہلے بھی جو

بیان دیا ہے اسکے اوپر میرے دستخط ہیں۔ اس لیے میں اپنی تقریر کو زیادہ لمبا نہیں کرنا چاہتا۔ یہ دو تین حوالے اسکی سپورٹ میں میں نے پیش کر دیئے ہیں:-

- (۱) الہذا یہ گراہ ہیں ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔
- (۲) کلیدی آسامیوں سے انہیں فوراً ہٹا دیا جائے ورنہ نقصان ہو گا، اور
- (۳) ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے جیسے انہوں نے اپنی ریاستیں بنائی ہوئی ہیں، وہ حق ان کو استعمال نہ کرنے دیا جائے۔

شکر پر

جناب چیخر میں: مولا ناغلام غوث ہزاروی!

صاحبزادہ صفحی اللہ: جناب! میں نے بھی پانچ منٹ تقریر کرنی ہے۔

جناب چیخر میں: پروفیسر غفور صاحب آجائیں، میری ان سے بات ہوئی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے پانچ منٹ لیتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ میرے بعد میری پارٹی سے اور کوئی نہیں بولے گا۔

مولا ناغلام غوث ہزاروی!

مولانا ناغلام غوث ہزاروی: جناب صدر صاحب امرزاں کے سلسلہ میں بہت سی تقاریر ہو گئی ہیں، کافی ہو گئی ہیں اور کوئی معزز ذمہ برا یا معلوم نہیں ہوتا جس کی رائے امرزاں کے حق میں ہو۔ بہرہ ٹکل ہم نے ایک مل پیش کیا ہے۔ جس مل میں ہم نے تحریک کی ہے کہ انکو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور انکو کلیدی آسامیوں سے دور کیا جائے۔ اس مل کی اہمیت میں ہم نے ایک کتاب پیش کی ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے امرزاں کی کچھ سب کو معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کتاب میں یہ ہے کہ "میرے نزدیک دنیا میں اتنا ہر اکوئی شخص بھی نہیں ہو سکتا جتنا کہ امرزاں احمد قادریانی ہے جو ملکہ قیرانے ہند کو خط لکھتا ہے اور اس نے التجا کی کہ آپ مجھے ایک لفظ شاہزادہ لکھ دیں۔ دعویٰ نبوت، دعویٰ مسیح موعود، دعویٰ مجدد اور سارے دعوے،

میں کہتا ہوں کہ ایسا کوئی شخص نہیں جسکے آنے کی خبر کسی کتاب میں ہو اور مرز اخلام احمد قادریانی نے وہ شخص بننے کی کوشش نہ کی ہو۔ مہدی کے بارے میں روایات ہیں، اور صحیح روایات متواترات ہیں۔ ہمارے عقائد کتابوں میں لکھے ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ میں ہوں۔ عیسیٰ کے بارے میں میں نے قرآن کی نو آیات پیش کی ہیں، قرآن کی تفسیر قرآن سے کی ہے۔ حضور ﷺ اور صحابہؓ نے انکی وہی تعبیر فرمائی ہے۔ بارہ سو سال کے مجددین نے انکے وہی معنی فرمائے۔ وہ ان کا جواب دیں۔ میں انکو پیش کرتا ہوں۔ کرشن کی خبر تھی۔ حارث پیدا ہوا، اس نے کہا کہ میں ہوں۔ برہمن، وہ بھی میں ہوں۔ جس شخص کا کسی کتاب میں ذکر تھا، اس نے کہا کہ وہ میں ہوں۔ لوگوں کی جہالت سے اس نے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ بہر شکل اس نے انگریز کی خوشامد کی۔ ملکہ قیصرہ ہند کو جو خلط لکھا اس کو کوئی خود دار شریف انسان نہیں لکھ سکتا۔ چہ جائیک ایک مسلمان ہو۔

ایک بادشاہ کا ذکر آتا ہے کہ ایک بہر دپیے نے ایک بادشاہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اس نے دو تین میل کے فاصلے پر فقیری شروع کر دی۔ اس کو مرید بھی مل گئے۔ لاہور میں ایک شخص نے خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا۔ وہ رب لاہور بن گیا تھا۔ اس کی بیوی رہنی بن گئی تھی۔ لوگوں نے اسے مان لیا تھا۔ اس ملک میں کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرے اسکو کچھ نہ کچھ آدمی مان ہی لیتے ہیں۔ یہ صرف جہالت کا نتیجہ ہے، یہ صرف نادانی کا نتیجہ ہے۔ بہر شکل وہ شخص فقیر بن گیا۔ ہوتے ہوتے اسے شہرت مل گئی بادشاہ کو خبر ہوئی۔ یہ بادشاہ لوگ دعاوں کے بڑے پیاسے ہوتے ہیں کہ اقتدار قائم رہے۔ بادشاہ اسکے پاس گیا۔ اس نے اشرافوں کی تحلیل پیش کی۔ نقیر نے انکار کر دیا۔ بادشاہ واپس آگیا۔ وہ اپنا جامدہ بدلت کر بادشاہ کے پاس آگیا اور اسے کہا کہ دیکھ لوجس نے تمہیں دھوکہ دے دیا ہے۔ چنانچہ اس نے انعام مانگا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں خود اشرافوں کی تحلیل لیکر تمہارے پاس پہنچا تھا لیکن تم نے نہ لی۔ اب انعام کیا دوں گا۔ اس نے کہا کہ میں جس جامدہ میں تھا، اس بھیس میں یہ تحلیل بھی نہیں تھی۔

اب یہ جھوٹا دعویٰ اس نے کیا ہے۔ اسکے سارے دعوے جھوٹے تھے۔ لیکن اس جھوٹے  
لباس کو بھی اس نے نہیں بھایا۔

اس کے بعد جہاد کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور یہ سب تاویلیں جونا صراحت اور  
دوسروں نے کی ہیں وہ سب غلط ہیں۔ اس نے کہا کہ موئی کے زمانے میں جہاد اختت تھا۔ حضور  
کے زمانے میں جہاد میں سخت نہ رہی اور کچھ زی بھگتی ہو گئی اور سچ موعود کے زمانہ میں بالکل متوقف ہو  
گیا۔ دراصل وہ اپنے تک پہنچ کر اس کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ یہ جو بہت خوشامدی تھا۔ اس نے ملک  
قیصرہ ہند کو لکھا۔ اس سے بڑھکر میں نے آج تک کوئی ثور دیا نہ خط نہ دیکھا، نہ پڑھا۔ میں ایک  
پیغمبرانہ خط آپ کو پڑھکر سناتا ہوں۔ حضرت سلیمان نے بلقیس کو ایک خط لکھا۔ اس میں لکھا  
قرآن میں اسکو بیان کیا گیا ہے:-

(عربی)

یہ پیغمبرانہ خط ہے۔ "میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور طالع ہو کر آجائو۔"

(عربی)

اُسکے بعد صرف اتنا لکھا کہ:

(عربی)

یہ ۲۶ صفحوں کا خط لکھتے ہیں۔ لیفٹینٹ جزل، صاحب بہادر، دائم اقبال، اسی " دائم  
اقبال" نے اُسکی نبوت کی لیا ڈبودی۔ کوئی بیس تیس دفعہ اس نے یہ لکھا ہے یہاں تک لکھا کہ آپ  
ایک دفعہ ایک شاہانہ لفظ میرے لیے لکھ دیں۔ استدعا کی ہے۔ یہ ایک صیہونی فرقہ ہے۔  
مسلمانوں کے لیے زہریلا ہے یہودیوں سے بڑھکر ہے۔ یہ تو مار آشیں ہے۔ یہودی تو صاف  
کافر ہیں۔ ہمارے دشمن ہیں لیکن یہ چھپے ہوئے ہیں۔ سانپ ہیں۔ انگریزوں کے زمانے میں

انہوں نے عراق بخداد جانے کے بعد چراغاں کیا۔ مسلمان ملکوں کے خلاف اظہار خیال کیا اور جب پاکستان بنتا تو اس وقت بھی انہوں نے نقصان پہنچایا۔ کمیش میں مرزا ناصر احمد نے کہا کہ مسلم لیگ کی درخواست پر میں شریک ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے وقت میں سے تم کو وقت کیوں دیا۔ اس میں خود ظفر اللہ تھا۔ منیر کمیش میں اس نے کہا کہ جب لیاقت علی دورہ پہ جاتا تھا تو وزارت عظیٰ میرے پاس ہوتی تھی۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں تو بہر حال یہ تو مدئی ہے اور چھوٹے چھوٹے کاموں تک پہنچتا تھا۔ مجھے علم ہے کہ ایک آدمی قتل ہوا مانگہ میں۔ میں اور ماسٹر تاج الدین صاحب گورنر سرحد شہاب الدین کے پاس پشاور گئے جو نظام الدین کا بھائی تھا۔ ہم نے اس قاتل کے ہارے میں کچھ زندگی اختیار کرنے کی بات کی۔ مقتول اصل میں مرزاںی تھے۔ اس نے ظفر اللہ خان کی تعریفیں شروع کر دیں۔ ہمارے سامنے گورنر سرحد اور تعریفیں ظفر اللہ خان کی۔ ظفر اللہ خان چھایا ہوا تھا، اس کے خلاف کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ ظفر اللہ خان کی مہربانی ہے کہ باڈنڈری کمیش میں یہ گئے تو جو کچھ کردار انہوں نے ادا کیا اس سے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق ہوتی ہے۔ حضور نے جو فرمایا ہے کہ میرے بعد میری امت میں یہ جو امتی نبی کہتے ہیں وہ یہی حضور نے پہلے فرمادیا میری امت میں سے ہو کر نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ یہ امتی نبی کے ہارے میں حضور نے فرمایا کہ کذاب دجال ہونگے۔ تو یہ وہاں گئے، انہوں نے جو بیان دیا وہ اسکی تقدیق ہے کہ حضور نے کتناج فرمایا اور کتنے صحیح صادق و مصدق پیغیر تھے۔ کذاب تو اس لیے ہوئے کہ انہوں نے کہا کہ یہ مسلمان کافر ہیں۔ ہم اور یہ بالکل، علیحدہ ہیں۔ یہ دعویٰ دیا گردیں پورا ضلع میں کہ عام مسلمان ہم سے علیحدہ ہیں۔ ہم اور یہ ایک قوم نہیں، اس پر زور دیا اور دجل و فریب کیا۔ دجال ہونے کا مظاہرہ کیسے کیا۔ اور آخر میں لکھ دیا بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کے ساتھ الحق ہو۔ یہ آخر میں دجل کے لیے لکھا، فریب کے لیے لکھا۔ کمیش کو یہ دے

دیا کہ ہم علیحدہ ہیں اور مسلمانوں کی تعداد اس ضلع میں کم ہے۔ یہ پاکستان بننے کے بعد انہوں نے ڈنگ دیا، پاکستان بناتے وقت انہوں نے یہ ڈنگ دیا۔ اور یہی نتیجہ ہے کہ شیر کی تمام جنگوں کا، بھارت سے مستقل مقابلہ کا بھی سبب تھا۔ حقیقتی ابجٹ ہیں۔

میں ایک بات عرض کروں گا، شاید وہ بعضوں کو معلوم نہ ہو۔ ۳۱۳ درویش کے نام سے قادریان میں مرزاًی جاتے ہیں مرزے کی قبر کی حفاظت کے لیے، اور اس کے مقابلہ میں ۳۱۲ سکھ آتے ہیں گوردوارے کی حفاظت کے لیے جونکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ میں ہے۔ ۳۱۳ مرزاًی رہتے ہیں مرزے کی قبر کی حفاظت کے لیے۔ نہ مسلمان رہتے ہیں وہاں، نہ اجیر کے لیے جاتے ہیں، نہ کسی اور مقدس مقام کے لیے جاتے ہیں تو مرزے کی قبر اور ہڈیوں کی حفاظت کے لیے جاتے ہیں۔ یہ کیا چیز ہے۔ ہمارے یہاں کہتے ہیں زیارت لگتی ہے۔ بعض اولیاء کے مزاروں پر لوگ جاتے ہیں اور انکی حاجت پوری ہوتی رہتی ہے، تو اسکو کہتے ہیں انکی زیارت لگتی ہے۔ تو ان مرزاًیوں کی زیارت لگتی ہے مرزاً کی ہڈیوں کی حفاظت کے لیے۔ ۳۱۲ سکھ یہاں آئیں اور ان کا تبادلہ ہوا کرتا ہے باقاعدہ۔ یہ بات اگر نہیں معلوم تو میں کہنا چاہتا ہوں، اور اگر اب تک ہے تو اسکو ختم کرنا چاہئے۔ یہ تو ابجٹ ہیں، اور جو لوگ ۳۱۳ آئیں جائیں، آئیں جائیں تو آپکے ملک کی کوئی بات خفیہ رہ سکتی ہے۔ یہ تو جاؤں ہیں سارے کے سارے۔ وہاں جانے والے روز تبدیل ہوتے ہیں۔ یہ جاؤں ہیں۔ وہاں کے آنے والے جاؤں ہیں، یہاں کے جانے والے جاؤں ہیں۔ تو انہوں نے کسی وقت بھی مسلمانوں کی بھلانی نہیں کی۔ یہ مسلمان کے نام سے مسلمانوں کے اندر ایک خطرناک فرقہ ہے اس پر کوئی مسلمان بھروسہ کرے گا؟ اس پر کوئی قوم بھروسہ کرے گی؟ اس پر کوئی فرد بھروسہ کرے گا؟ حکومت بھروسہ کرے گی تو منہ کی کھائے گی۔ یہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں اور سب کے سامنے کہنے کو تیار ہوں۔

اس وقت ہم ایک ایسے مرٹلے پر پہنچے ہیں کہ دنیا کی نگاہیں ہماری طرف، مسلم ممالک کی نگاہیں ہماری طرف، تمام مسلمان حکومتیں، عرب حکومتیں ہم کو دیکھ رہی ہیں اور ہمارے فیصلے کی انتظار میں ہیں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ ہماری قوم سمجھدار ہے۔ وہ اس طریقے سے کوئی بات نہیں کرے گی کہ جس سے ملک کو نقصان پہنچ لیں باوجود اسکے ساری کی ساری قوم یہ چاہتی ہے کہ اس آشین کے سانپ کا سر چلا جائے۔ اور کیسے نہ چلا جائے۔ ہم یہ بات حکومت کے حوالے کرتے ہیں۔ لیکن یہ ساتھ کہتا ہوں کہ جب وہ ہم کو کافر کہتے ہیں اور ہم انکو کافر کہتے ہیں اور یہ بات مرزا غلام احمد نے لکھی ہے کہ دنیا کی مسلمان بادشاہتوں میں سے، حکومتوں میں سے کوئی حکومت نہیں ہے جو ہم کو کافرنہ کہے، یہ مرزا نے لکھا اور یہ ۱۹۰۸ء سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ مرزا نے یہ کہا ہے کہ تمام مسلمان حکومتیں ہمارے خون کی پیاسی ہیں۔ ہم کسی جگہ تبلیغ نہیں کر سکتے، اپنا عقیدہ پیش نہیں کر سکتے، وہ ہم کو کافر سمجھتے ہیں۔ یہ مرزا نے خود لکھا اور جو ناصر احمد نے اپنے خلاف باتیں پیش کیں کہ مسلمانوں نے ہم پر کیا کیا فتوے لگائے کفر کے۔ اس موقع پر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کا ایک ڈھونگ آپ کو بتا دوں۔ انہوں نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہا اور پھر چھپایا اس طرح کہ انہوں نے پہلے کافر کہا تو جو مسلمان کو کافر کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ عجیب ڈھونگ اپنا بنا لیا۔ آپ خدائی کا دعویٰ کریں، آپ کو ہر شخص کافر کہے گا۔ جب آپ کو کافر کہیں تو آپ کہیں جی ہم نے تو انکو کافر نہیں کہا، نہ ہم کو کافر کہنے سے خود ہی کافر ہو گئے۔ یہ آپ نے عجیب ڈھونگ اور ڈھنگ نکالا ہے مسلمانوں کو کافر بنانے کا۔ آپ کافر اس لیے بنائیں کہ وہ آپ کی رسالت کو نہیں مانتے، آپ کی پیغمبری کو نہیں مانتے، آپ کو صحیح موعود نہیں مانتے، آپ کو کذاب و دجال سمجھتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ چونکہ مجھے کافر کہا اس لیے وہ خود کافر ہو گیا۔ تم خدائی کا دعویٰ کرو، پیغمبری کا دعویٰ کرو، ساری دنیا سے بہتر بنو، تم مسلمانوں کو دھوکہ دو، پھر لوگ تمہیں کافرنہ کہیں؟ اگر کوئی کہے تو کہو کہ انہوں نے مجھے کافر کہا ہے اس لیے کافر ہو گیا۔ تو تمہیں کوئی کافرنہ کہے گا؟

میرا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے جو باتیں یہاں پیش کی ہیں، جھوٹ بولنے کے حیلے پیش کئے، بات کو چھپایا۔ اب ساری دنیا کو معلوم ہے کہ مرزا غلام احمد قادریانی نے اپنے زمانے والوں کو قطعی کافر کہا۔ تو جب کافر کہا اور یہ لکھا کہ میرا نہ مانتا قرآن و حدیث کا نہ مانتا ہے، میرا انکار قرآن و حدیث کا انکار ہے، میرا انکار خدا و رسول کا انکار ہے۔ تو اب میں ناصر احمد سے پوچھتا ہوں کہ جو خدا کا انکار کرے وہ کس کھاتے میں ہے؟ آپ کے اس چھوٹے کفر میں ہے یا بڑے کفر میں ہے؟ اب ناصر احمد نے تاویل کی ہے کہ ہم مسلمانوں کو تو کافر کہتے ہیں لیکن چھوٹا کافر کہتے ہیں، بڑا کافر نہیں کہتے اور دجل و فریب یہ کیا ہے۔ آج تک جو معنی صحیح تھے کہ فلاں شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے، اسکے معنی یہ تھے کہ اسلام ایک دائرة ہے، اسکی حدود ہیں۔ جو ان حدود کو پہلاں گے گا وہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔ بات صاف تھی۔ اس نے کہہ دیا کہ ایک چھوٹا حلقوہ ہے اس سے خارج ہو گیا۔ یہ اس نے تاویل کی اور نیا معنی گھرا۔ نیا معنی گھرنے میں ان کو کمال حاصل تھا۔ اس نے جو "امام جنت" کا معنی کیا ہے بالکل غلط کیا ہے۔ مرزا ناصر احمد نے اتمام جنت کا جو معنی کیا ہے وہ یہ ہے کہ دلائل سے اپنی بات پیش کرو، دعوت دو، تو حیدر سالت کی یا حق کی دعوت دو اور دلائل دو۔ اسکا دل مان لے کہ تم حق پر ہو۔ تم کو چاہیجھ کر پھر انکار کرے تو یہ ملت سے خارج ہے۔ یہ اتمام جنت تھا۔ حالانکہ قرآن مجید نے اتمام جنت کا یہ معنی نہیں ہیں۔

قرآن مجید نے کہا ہم نے پیغبر اس لیے بھیجے کہ یہ کوئی نہ کہہ سکے۔

(عربی)

کہ ہمارے پاس ڈرانے والا نہیں آیا۔ ڈرانے والا کافی ہے اتمام جنت کے لیے۔ پیغبر کا آنا اور دعوت دے دنیا کافی ہے اتمام جنت کے لیے۔ دوسرا جگہ ارشاد فرمایا۔

(عربی)

کہ ہم نے پیغبر بھیجے۔ پیغبروں کے نام پہلی آیت میں آئے ہیں۔ ڈرانے والا، ڈرستا نے والا، خوشخبری دینے والا، تاکہ اتمام جنت ہو جائے لوگوں پر۔ لوگوں پر خدا کی جنت قائم ہو جائے

اس لیے بھیجا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ پیغمبر کو سچا سمجھ کر انکار کرے ہاں ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو سچا بھی سمجھیں پھر بھی نہ مانیں، تعصیب سے نہ مانیں، ہٹ دھرمی سے نہ مانیں، ضد سے نہ مانیں، ایسے لوگ ہو سکتے ہیں لیکن اتنا مام جحت کے معنی میں یہ چیز داخل نہیں ہے۔ یہ ناصر احمد نے قوم کو دھوکہ دیا ہے۔

تو بہرہ شکل میں اسے مانتا ہوں کہ تم عربی پڑھے ہوئے ہو۔ اسکو مانتا ہوں کہ تم انگریزی پڑھے ہوئے ہو، لیکن تم دین کو چھپاتے ہو اور تم اپنے دادا کی بات کو تھھاتے ہو، اتنے کروڑوں روپے کا لیے۔ ربوہ کی زمینِ الحجہ یہ کے نام وقف ہے، وہ تم ذاتی طور پر استعمال کر رہے ہو اور اسکی رجسٹریاں نہیں کرتے اور لوگوں سے روپیہ لیکر وہ زمین ہی بیچتے ہو؟ بہشتی مقبرے ہی بنا لیے، پیغمبرانہ کا روابر اشروع کر دیا اور تم کروڑ پتی بن گئے۔ میں کہتا ہوں کہ سودا تمہارے نفع کا نہیں ہے۔ تم نے اپنی ساری نسل کو قیامت تک تباہ و برہاد کر دیا ہے، چند کروڑ یوں کے عوض۔ تو بہرہ شکل میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ میں اسکو مانتا ہوں کہ تم پڑھے لکھے ہو۔

یہ جو بیچارے لا ہو ری آئے، یہ تو بالکل کورے تھے علم سے اس وقت انہوں نے اپنے اس بیان میں لکھا بھی شفا اور پڑھا بھی شفاؤز بر کے ساتھ۔ حالانکہ یہ لفظ ہے عربی میں شفا، جیسے قاتل ہوتا ہے جیسے کبال ہوتا ہے، جیسے مواجبات الراجعہ ہوتا ہے جیسے مقابلہ اور ارتباں ہوتا ہے۔ اسی شفا اور مشانخہ یہ شفا کا لفظ ہے انہوں شفا لکھا بھی اور شفاؤز حا بھی۔ اس ہاؤس کے سامنے میں نے ان کی توجہ دلائی کہ فلاں سطر میں آپ نے جو لکھا ہے یا فلاں صفحے میں جو آپ نے لکھا ہے تیرھوں سطر میں، اس کو پھر پڑھیں، کیا یہ ٹھیک ہے۔ جگہ کا نام میں نے نہیں لیا اور نہ لفظ میں نہ بتایا۔ اسی سطر کو انہوں نے نکالا، پھر پڑھا اور کہا کہ ٹھیک ہے۔ میں نے کہا کہ اچھی طرح پڑھیں تیرھوں صفحے میں فلاں سطر ہے، آیا یہ ٹھیک لکھی ہوئی ہے یا کوئی غلطی ہے۔ اس میں قطعاً غلطی تھی۔

(عربی)

کہ نبوت کا چالیسوائیں حصہ یعنی صرف نیک خواب ہیں۔ باقی نبوت کیا چیز ہے؟ نبوت بہت اونچا مقام ہے۔ خالق و مخلوق کا تعلق وہاں عیاں ہوتا ہے۔ تقدیر کا مسئلہ کھلتا ہے۔ وہاں معرفت نامہ حاصل ہوتی ہے۔ عرفان کے مدارج طے ہوتے ہیں۔ وہ نبوت عوام کو خدا کی طرف بلانے والی چیز ہوتی ہے۔ وہ مکالمہ کیا چیز ہے؟ وہ خدا سے باتیں کس طرح ہوتی ہیں؟ وہ نبوت بہت اعلیٰ مقام ہے جو ہماری فہم و ادراک سے بہت اونچا ہے تو اس کا چھیالیسوائیں حصہ روایتے صالح، خواب صالح ہوتے ہیں۔ اب جب حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ مبشرات کے کیا معنی ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک اچھا خواب جو مسلمان دیکھے، یا اس کے لیے کوئی اور دیکھے یہ حضور ﷺ کا ترجمہ ہے۔ جو ترجمہ ابوالعطاء نے کیا مبشرات کا مبشرین جو جنت کی خوشخبری سنائی تھی، یعنی ترجمہ وہ کیا جو رسول اللہ ﷺ کے ترجمے کے خلاف ہے۔ یہ ابوالعطاء جو یہاں آیا کرتا تھا وند کے ساتھ اور اس کی ایک کتاب انہوں نے ختم نبوت کے جواب میں ضمیمے کے طور پر پیش کی، اس میں بھی بہت سی باتیں غلط ہیں وہ سلطان الاغلات ہے۔

بہر شکل میں عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ انہوں نے بیان پر بار بار پڑھا و اللہ العظیم۔ یہ لاہوری پارٹی نے پڑھا۔ حالانکہ یہ لفظ واللہ العظیم ہے۔ "و" حرف جارہے، ہر قسم کے لیے آتا ہے یہ مفعول کو مجھوں کر دیتا ہے۔ جیسے واللہ۔ باللہ، تعالیٰ، زیر پڑھی جاتی ہے۔ اس نے واللہ العظیم پڑھا۔ آخر میں نے اٹھ کر جناب صدر سے عرض کیا کہ ہمارے سر میں درد ہوتا ہے۔ خواہ خواہ یہ غلط پڑھتے ہیں۔ ان کو آپ صحیح پڑھنے کی ہدایت کریں۔ کہ ظفر اللہ کے زمانے میں ظفر اللہ ہی کی حکومت تھی۔ اسی طرح بیرونی طاقتوں نے ان سے بات کی۔ اس وقت ہماری خارجہ سیاست یہ نہ تھی جو اس وقت ہے۔ ناظم الدین کے یہ الفاظ ہیں کہ اگر ظفر اللہ کو نکال دوں تو امریکہ

پاکستان کو گیہوں دینا بند کر دیگا۔ گویا گیہوں ظفر اللہ کو ملتے تھے اور پاکستان کو نہیں۔ لہذا میں ظفر اللہ کو کیسے برخواست کر دوں۔ لاہور اور چینیوٹ کے درمیان جو جنگشن ہے، اس وقت مجھے اسکا نام یاد نہیں آ رہا، وہاں چار مسلمان قتل ہوئے۔ ظفر اللہ نے آ کر مرزا سیوں کو رہا کرایا۔ مسلمانوں کے قاتلوں کو رہائی دی۔ یہ اتنا بڑا اعلیٰ ہے لیکن ان کا قصور نہیں تھا، ان کا علم ہی اتنا تھا۔ اور یہ بنے ہوئے تھے مبلغ۔ یہ تبلیغ کرتے ہیں یورپ میں، اسلام کی، اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ ہم تبلیغ کرتے ہیں، ختم نبوت کا ذکر کرتے ہیں، کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ حضور ﷺ کی تعلیم کا دراصل معنی یہ ہے کہ کوئی نیا پرانا نبی نہیں آ سکتا۔ یعنی علیہ السلام مر گئے، ان کی جگہ آنے والا مرزا غلام احمد۔ یہ ہے ساری تبلیغ۔ یہ سانچھ سال تک تبلیغ کرتے رہے، کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

جناب چیزیر میں: مولانا! آپ ختم کرنے کی کوشش کریں، اس واسطے کہ ہم نے 260 صفحے

کی کتاب بھی پہلے سلی ہے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: میں مختصر کر دوں گا۔

جناب چیزیر میں: جو کتابوں والے ہیں ان کو تھوڑا اٹا تم دیا گیا ہے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: نہیں میری ایک کتاب باقی ہے جو لاہوری پارٹی کے جواب میں ہے۔ وہ پریس میں دی ہوئی ہے۔ آج شاید چھپ جائے اس کے بارے میں میں نے آپ کے ہمدرم کی تعمیل کر دی، ورنہ اس کتاب

.....  
.....

جناب چیزیر میں: وہ اگلی اسمبلی کے لیے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: بہر حال میں مختصر کر دیتا ہوں۔ جیسے آپ فرمائیں تو میرا مطلب

.....  
.....

کیا معنی کیے قرآن کی آیتوں کی تفسیر کی، صحابے کیا معنی کیے۔ بارہ سو مدد دین نے کیا معنی کیے۔ آج کل آپ عدالت کے فیصلے کو دلیل میں نہیں پیش کرتے، لیکن ہائی کورٹ کا فیصلہ باقاعدہ قانون بن جاتا ہے۔ لیکن تیرہ سو مدد دین — تیرھویں صدی، چودھویں یہ صدی کا مدد دینا ہے مرزا — 13 صدیوں کے مدد جوان کے مانے ہوئے مدد دیں، جن کی فہرست انہوں نے اپنی کتاب میں لکھ کر دی۔ ہم نے کتاب میں سب کچھ لکھ دیا ہے، ان مدد دین کا حوالہ دیا ہے ہم نے کہا کہ انہوں نے کیا معنی کیے ان آئیتوں کے۔ تو ہائی کورٹ معنوں کے بعد قانون کی تفہیع ختم ہو جاتی ہے قانون کی کوئی اور تفہیع نہیں ہو سکتی۔ لیکن میں ایک منٹ کے لیے مانتا ہوں کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام مر گئے، بوت فرض کیجئے کہ جاری ہے۔ ہر ایسا غیر انحو خیراء، گاما گھیشا، اٹھ کر کہے کہ میں پھر نبی ہوں۔ میں سچ ہوں۔ بھلا آپ خیال تو کریں۔ جو ہم نے لکھا ہے مرزا جی کی صرف نو ڈینہ حرکات کو دیکھ لجئے۔ ایک خط میں نے پڑھا حضرت سلیمان علیہ السلام کا۔ ایک خط میں آپ کو حضور اکرم ﷺ کا پڑھکر سادوں جو بخاری میں ہے۔ کیا تم ہے۔ ہر قل شاہ روم کو آپ ﷺ نے لکھا (عربی) یہ عنوان ہے۔ آگے خط میں لکھا ہے: (عربی) مسلمان ہو جاؤ، فتح جاؤ گے۔ ورنہ تم پر تمہارا بھی دبال ہو گا اور تمہارے پیچھے چلتے والوں کا بھی یہ ہے جلالی خط۔ یہ ہے پیغمبرانہ خط۔ شیطان کی آنت کے برابر دام اقبال، 'دام اقبال' دام اقبالہا، دام اقبالہا۔ خط لکھا۔ میرے البا جان نے 50 گھوڑی دی ہے میرے بھائی جان نے تھہ، م福德ہ سکھ کے زمانے میں بڑی امدادی ہے۔ میں فقیر تھا۔ میں غریب تھا۔ مجھ سے اور کوئی خدمت نہ ہو سکی۔ میں نے 50 الماریاں کتابوں کی لکھی اور تمام اسلامی ممالک میں پھیج دیں۔ انگریزوں سے لڑنا حرام ہے، جہاد حرام ہے۔ میں یہی خدمت کر سکا۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ مجھ سے پڑھکر اور میرے خاندان سے بڑھ کر خیر خواہ اس گورنمنٹ کا نہیں۔ یہ ایک ہی کچھ بات مرزا نے لکھی ہے۔ کہ اس سے پڑھکر انگریز کا وفا دار کوئی نہیں ہو سکتا۔

تو میرا مطلب یہ ہے یہ عیسیٰ علیہ السلام مانتے ہیں، سچ مسعود مانتے ہیں، لا ہوری بھی اور بھی اور قادریانی بھی۔ اور پھر یہ جسمانی معراج کے منکر ہیں، لا ہوری بھی جس طرح قادریانی منکر ہیں، جس طرح مرزا منکر ہے۔ مرزا نے لکھا ہے مسجد اقصیٰ یہ میری مسجد ہے قادریان کی۔ جو قرآن میں ہے: (عربی) مرزا نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ مسجد اقصیٰ میری ہے۔ یہ تبلیغ رسالت جلد نہم میں درج ہے مرزا کا یہ قول۔ اور اس میں اس نے لکھا ہے کہ یہ مسجد اقصیٰ یہی میری مسجد ہے اور وہ جو منارہ ہے جس کے پاس عیسیٰ علیہ السلام، وہ یہی منارہ ہے منارة الحسک ہے جو میں نے بنایا ہے۔

یہاں آپ مجھے ذرا سی اجازت دیجئے۔ ایک اپنی تھاواہ استخراج کرنے جاتا تھا بیت الحلام میں تو وہ پانی کا لوٹا لے جاتا تھا۔ اپنی کو اکثر قبض رہتا ہے۔ لوٹے میں سوراخ تھا۔ تو جب تک وہ فارغ ہوتا لوٹے سے پانی پک پک کر فرم ہو جاتا۔ اپنی کو بڑا غصہ آتا۔ تو اس نے ایک دن لوٹا پانی کا بھرا، اندر گیا۔ پہلے استخراج کر کے اس کے بعد گئے لگا۔ کہا کہ سرا کھیں کا۔ اب پک تو دیکھوں گا میں (قیمت) تو پہلے استخراج کر گیا اور بیت الحلام میں بعد میں انتظام کرنے لگا۔ یہ مرزا پہلے نازل ہوا جائیں گے سے یا قادریان میں.....

جناب چیزِ میں: میرے خیال میں کافی ہو گیا ہے، آپ بیت الحلام تک تو پہنچ گئے ہیں۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: تو منارہ بعد میں بنایا۔ منارے کے لفظ کا کوئی معنی نہیں۔ دمشق سے مراد قادریان ہے۔ منارے سے مراد منارت الحسک ہے۔ باب اللہ سے مراد دھیانہ ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام سے مراد غلام احمد ہے۔ مریم سے مراد.....

جناب چیزِ میں: اس میں لکھا ہوا ہے، اس کے اندر ہے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی : ہاں، اسکے اندر لکھا ہوا ہے۔ میں اس بات کی تائید کرتا ہوں اور ختم کرتا ہوں۔ اور تحریک پیش کرتا ہوں اپنے بل کے حق میں کہ لاہوری مرزا یوں اور قادر یا یوں دونوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ کوئی کمزور نتیجہ نہ آئے۔ میں آپ کو سچائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ تمام عالم اسلام آپ کے اس فیصلے کا منتظر ہے۔ تمام رعایا آپ کے اس فیصلے کا منتظر کرتی ہے۔ تمام ممالک پر اس کا اثر پڑے گا۔ میں عرض کر دوں، میں نے ایک بڑی شخصیت سے عرض کیا ہے کہ ان کا پروپیگنڈہ باہر اسلام کے نام سے ہے۔ آج اگر ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے تو ان کا پروپیگنڈہ دو فیصد بھی نہیں رہے گا یہ سارا ختم ہو جائے گا۔ ان کا پروپیگنڈہ اسلام کے نام سے ہے۔ پھر مسلمان ممالک سمجھتے ہیں، بلکہ مسلمان ہی نہیں، کہ آپ کے خلاف کیا پروپیگنڈہ ہو گا۔ روں اور امریکہ کی جو پالیسی ہو گی وہ ان کی پرانی پالیسی ہو گی۔ جیسی کی جو پالیسی ہو گی وہ ان کی پرانی پالیسی ہو گی۔ یہ آج اپنے آدمیوں کو تاریخ دلواتے ہیں۔ ان کا دجل ہے۔ یہ تو آپ کو متأثر کرتے ہیں۔ آپ کو قوت کے ساتھ، بہادری کے ساتھ، نذر ہو کر، اسیلی نے آپ کو یہی حکم دیا ہے کہ آپ خدا کے امین ہیں، آپ قوم کے امین ہیں۔ آپ کو باقاعدہ طور پر حکومت نے، بلکہ پرائم مفسر نے یہ بات آپ کے حوالے کی کہ اسیلی کیا فیصلہ کرتی ہے۔ آپ اسلام کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ آپ کی قوم چاہتی ہے، جس قوم کے آپ نمائندے ہیں یہ قوم چاہتی ہے، عالم اسلام چاہتا ہے، تمام دنیا بھتی ہے، آپ اس بارے میں کوئی نزدیک نہ کریں۔ یہ نزدیک آپ کو مہنگی پڑے گی۔

میں آخر میں اس بل کی حمایت و تائید کرتا ہوں۔ (عربی)۔

جناب چیفز میں : شکریہ۔ پروفیسر غفور احمد بالکل، آپ ہی فرمائیں گے۔ جنہوں نے اڑھائی سو صفحے کی کتابیں لکھی ہیں انہوں نے ایک ایک گھنٹہ تقریریں کی ہیں۔

پروفیسر غفور احمد : جناب چیزیں ! اس آسمبلی کی تقریباً 30 ماہ کی مدت میں یہ دوسرا زبردست چیلنج ہے جو آج ہمیں درپیش ہے۔ اس معزز ایوان کے سامنے پہلا چیلنج ملک کے لیے ایک مستقل دستور کی تدوین تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک چوتھائی صدی گزرنے کے باوجود ہمارا ملک دستور سے محروم تھا۔ یہ کام اس آسمبلی کے پرداہوا کہ اس ملک کے لیے مستقل دستور بنایا جائے۔ آپ کو جناب چیزیں ! یاد ہو گا کہ اس زمانے میں حکمران جماعت اور اپوزیشن جماعتوں کے درمیان بعض بینیادی اصولوں پر شدید اختلافات تھے۔ لیکن ان اختلافات کے باوجود ہم اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اپنے فضل سے اس بات کی توفیق عطا فرمائی کہ ہم اپنے اختلافات کو ختم کر کے ملک کے لیے ایک مستقل دستور مدون کرنے اور مکمل اتحاد کے ساتھ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طریقے سے ہم نے اس چیلنج کو قبول کیا اور اسکے بعد اس کام پر پورے اترے۔ مجھے توقع ہے کہ انشاء اللہ یہ دستور جو ہم نے پاس کیا ہے، عملًا اپنی پروپرٹ کے لحاظ ایک دن ضرور اس ملک میں نافذ ہو گا۔

جناب والا ! دوسرا چیلنج آج ہمارے لیے ختم بوت کا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ کوئی نیا کام نہیں ہے۔ دراصل یہ دستور سازی کے کام ہی کی ایک اہم کڑی ہے جسکی تکمیل باقی ہے۔ دستور کے کام میں اور اس کام میں ایک خوش آئند فرق یہ ہے کہ آج ایوان کی پوری کمیٹی یک جان اور پوری یک جہتی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ آج یہاں جماعتوں نہیں، آج یہاں اپوزیشن اور حکمران جماعتوں نہیں پیشی ہیں، بلکہ ایک کمیٹی کے تمام ممبران مکمل اتحاد اور اتفاق کے ساتھ اس کام کو کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ بات میں کہوں تو شاید لوگوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کروں گا کہ جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے کسی ممبر کو اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے، بلکہ حکمران پارٹی کے لوگ کسی طرح بھی کسی دوسرے ممبر سے کم سرگرم عمل نہیں ہیں ۔

لیے اس تین مہینے کی چھپلی مدت میں اس مسئلے کے تمام پہلوؤں پر، خواہ وہ مذہبی ہوں، اقتصادی ہوں، معاشی ہوں، ان پر بھرپور روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ ہم نے گواہاں کے بھی بیانات سے میں ہیں۔ ہم نے ان کے جوابات کو بھی دیکھا ہے۔ اسکے بعد جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ کمیٹی کو چار سوالات کے حل تلاش کرنا ہے۔ اول ایسے کہ کیا ربوہ اور لا ہوری جماعت میں عقیدے کی تماشہ سے کوئی فرق ہے۔ اگر ہے تو وہ کیا ہے۔ ثانی ایسے کہ دستور میں ایسی کیا تراہیم کی جائیں جس سے یہ مسئلہ ہمیشہ بے لیے بہتر طریقے پر حل ہو جائے۔ ثالث ایسے کہ دستور میں تراہیم کی روشنی میں کیا کوئی قانون سازی ضروری ہے۔ اگر ہے تو وہ کیا ہے رابع ایسے کہ معاملات کو درست نفع پر ڈالنے کے لیے ایسے کون سے انتظامی اقدامات ہیں جو ہمیں فوراً یا تجربہ کے ساتھ کرنے چاہیں۔

جہاں تک پہلے معاملے کا تعلق ہے، یعنی ربوہ اور لا ہوری جماعت کا فرق۔ ان دونوں فریقوں کے فرائم کے ہوئے لٹریچر سے، ان کے جوابات سے یہ بات بالکل ثابت ہو گئی ہے۔ بغیر کسی شک و شبہ کے کہ عقیدے کے معاملے میں ان دونوں میں کوئی فرق مطلقاً موجود نہیں ہے۔ دونوں مرزا کو صحیح مودود مانتے ہیں دونوں مرزا کو نبی مانتے ہیں، خواہ کسی معنی میں مانتے ہوں۔ دونوں یہ بات کہتے ہیں کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتے وہ کافر ہیں، خواہ کسی درجے کے کافر ہوں۔ دونوں اس بات کی قدر یقین کرتے ہیں کہ ایسے کافر حقیقی مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اس لیے میں یہ سمجھنے میں بالکل حق بجانب ہوں گا کہ معاملہ عقیدے کے اختلاف کا نہیں بلکہ معاملہ گدی کے حصول کا ہے، دنیاوی مفادات کو حاصل کرنا ہے اسکے علاوہ کوئی اور بات نظر نہیں آتی۔ لا ہوری جماعت گو تعداد میں بہت تھوڑی ہے لیکن جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ جس طریقے سے وہ زیادہ دھوکہ دیتے ہیں، جس طریقے سے وہ مسلمانوں کے ساتھ زیادہ گھوول میل رکھتے ہیں، وہ ربوہ کی جماعت کے مقابلے میں مسلمانوں کے لیے خطرناک تر ہیں۔ ظاہر میں وہ اپنے

عقیدے کو چھپا کر، شکر میں پیٹ کر قوم کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ کمیٹی بھی مجھ سے اتفاق کرے گی کہ عقیدے کا معاملہ دونوں کا بالکل یکساں ہے۔ promised masiah (مشک موعود) کا تصور دونوں جماعتیں پیش کرتی ہیں۔ اسلامی لڑپر میں اس طرح کی کوئی چیز نہیں ملتی۔ یہ تصور بھی انہوں نے نصرانیت سے مستعار لیا ہے۔ اور نصرانیت نے، جس نے اس پوڈے کو لگایا تھا، تباہ درخت تک اُنکی آبیاری کی ہے۔

دوسرا معاملہ جناب اپھر تر ایم کا آتا ہے۔ اتفاق بیجا 3 ماہ اس کا ہو کر نے کے بعد ختم نبوت کی مصلحکہ خیز تاویلات سننے کے بعد اب اس ملکہ وہ آدمی اس بات سے مطمین نہیں ہو سکتا کہ دستور میں ختم نبوت کے عقیدے کو مزید توضیع کے ساتھ بیان کرو دیا جائے۔ میرے خیال میں یہ بات ہرگز ہرگز کافی نہیں ہو سکتی۔ تین مہینے کی اس تمام انتہک جدوجہد کے بعد قوم کا یہ خیال ہے کہ یہ بات بالکل ناگزیر ہے کہ دستور میں ایک ترمیم کے ذریعہ صراحةً کے ساتھ یہ درج کیا جائے کہ مرزا کو ماننے والے خواہ وہ اسے کسی صورت میں مانتے ہوں، یعنی چاہے اپنا نہ ہبی پیشوامانتے ہوں، مشک موعود مانتے ہوں، مجدد مانتے ہوں، محدث مانتے ہوں یا کچھ بھی مانتے ہوں، ایسے لوگ غیر مسلم ہیں اور وہ مسلمان نہیں، اس لیے کہ مرزا پر ایمان نہ لانے کے باعث وہ ہمیں خود کافر کہتے ہیں۔ اس بنا پر میرا خیال یہ ہے کہ نام لیے بغیر اگر بعض تعریف کرنے کی کوشش کی گئی کہ ایسے ایسے لوگ مسلمان نہیں ہیں تو شاید معاملہ مزید پسیدہ اور عکیبین بن جائے گا، اور نہ اس سے قوم مطمین ہوگی۔ تیرے یہ کہ ملک کے دستور میں ترمیم کے بعد ضروری قانون سازی کی جائے اور دیکھا جائے کہ کس کس قانون میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کیونکہ اسمبلی کی رہبر کمیٹی بھی اس معاملہ میں رہنمائی کرے گی۔ لیکن میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اس کے بعد متعدد قوانین میں ترمیم کی ضرورت پیش آئے گی۔ اور دستور میں ترمیم

کے بعد اس بات کا فوری بندوبست کرنا لازمی ہے کہ ان کی مردم شماری کی جائے اور بلا تاخیر کی جائے کیونکہ لا ہو ری جماعت اور ربوہ والے دونوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ انہیں اپنے پیروکاروں کی تعداد کا صحیح علم نہیں گویہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسی منظم جماعت کو معلوم نہیں ہے کہ ان کے پیروکار کتنے ہیں۔ گو ان کا کہنا ہے کہ ان کے اندازے کے مطابق ان کی تعداد پاکستان میں 35 یا 40 لاکھ ہے، اور پوری دنیا میں ایک کروڑ کے لگ بھگ۔ جناب والا! اگر وہ یہ بات کہتے ہیں کہ ہم پاکستان میں تمیں چالیس لاکھ ہیں اور دنیا میں ایک کروڑ ہیں تو دنیا سے تو ہمیں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ بات ضرور جانتا چاہیں گے کہ پاکستان میں اُنکی صحیح تعداد کیا ہے۔ اس مقصد کیلئے ان کی مردم شماری کی جائے اور یہ بغیر کسی تاخیر کے کی جائے۔ یہ بنیادی چیز ہے جو بغیر کسی پس و پیش کے ہوئی چاہئے۔

جناب والا! چو تھام رحلہ انتظامی معاملات کا ہے جو حکومت کوئی کرنا ہوگا۔ میں یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ ہمارا مقصد ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ ہم مرزا کے مانے والوں کے جائز حقوق چھیننا چاہتے ہیں، جیسا کہ وہ آج پوری دنیا میں پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ بلیں آف ڈالرز کی وہ جائیدادیں جو پاکستان میں انہوں نے کمالی ہیں وہ پاکستان کے مسلمان ان سے چھین لینا چاہتے ہیں، انکو غصب کرنا چاہتے ہیں۔ میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان کا کوئی مسلمان نہیں چاہتا کہ وہ انکی املاک بغیر کسی حق کے چھینے۔ پاکستان کے دستور کا مطالعہ دنیا کا ہر انسان کر سکتا ہے، اور میں یہ بات بلا خوف تردید کرتا ہوں کہ دستور پاکستان نے اقلیتوں کی حفاظت کے لیے انکو قانون کے سامنے نیکاں قرار دیا ہے۔ انکے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کیلئے ہم نے جو آرٹیکل اور جو پروپریٹی دستور میں رکھے ہیں اس میں دنیا کے متعدد ترین ملک کا دستور بھی ہمارے دستور کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور پھر جناب والا! میں درسری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ

کہ دستور میں کسی چیز کے لکھنے ہی کا معاملہ نہیں ہے جہاں تک عمل کا تعلق ہے، تمام غیر مسلم اقلیتیں اس بات کی شہادت دینے پر مجبور ہو گئی کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ صرف منصاقانہ ہی نہیں بلکہ فیاضانہ سلوک کیا رہا ہے اور کیا جاتا رہے گا، اس لیے کہ ہمارا دین ہمیں یہی بات سکھاتا ہے کہ ہم اقلیتوں کی حفاظت کریں اور انکے ساتھ فیاضانہ سلوک کریں۔

اصل میں ہم جو بات کہنا چاہتے ہیں وہ صرف اور صرف یہ ہے کہ مرزا کے ماننے والوں نے ماضی میں اپنے حقوق سے بڑھ کر جو چیزیں حاصل کی ہیں اور جس طریقے سے انہوں نے مستحقین کے حقوق کو پامال کیا ہے اسکی پورے طریقے سے چھان بین کی جائے اور جو چیزیں اسکے پاس بغیر کسی حق کے موجود ہیں تکمیل تحقیقات کرنے کے بعد حکومت ان سے ایسی چیزوں کو واپس لے لے، اس لیے کہ ان کا ان پر کوئی حق نہیں بتا۔ اصل میں یہ گروہ یہ چاہتا تھا کہ وہ بادشاہ گر بن جائے اور انکی خواہش یہ تھی کہ اسکے اوپر قانون لا گونہ ہو۔

جناب والا! ہمیں یہ بات بتائی گئی ہے کہ زرعی اصلاحات کا قانون پاس ہونے کے بعد چونکہ انہوں نے پاکستان پبلز پارٹی کا ساتھ دیا تھا لہذا پاکستان پبلز پارٹی سے انہوں نے مطالہ کیا کہ زرعی اصلاحات کا قانون انکی زمینوں کے اوپر جاری نہ کیا جائے۔ اور اسی طرح کا ایک اور مطالہ کیا تھا کہ یہی اداروں کو جس طریقے سے قومیاً گیا ہے اور ان میں اصلاحات کی گئی ہیں تو انہوں نے کہا کہ ان کے مدارس کو سکولوں کو، کالجوں کو اس سے مستثنی قرار دیا جائے۔ اور وہ یہ چاہتے تھے کہ ربوہ کے اندر انکی ریاست در ریاست موجود رہے۔ بلکہ پاکستان میں جس جگہ بھی مرزا کے ماننے والے موجود ہوں انکو اچھی پوزیشن حاصل ہو، اور ملک کے جو عام قوانین ہیں اسکے اوپر جاری نہ ہوں۔ جناب والا! اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ جو انکو استحقاقی پوزیشن حاصل ہے یہ غلط طریقے سے حاصل ہے، اسکو ختم کیا جائے۔ اس پوزیشن کو ختم کرنے کیلئے ہم یہ بات کہتے ہیں کہ انکو کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے۔ ملازموں میں انکو اتنا حصہ دیا جائے جتنی انکی آبادی کا تناسب تقاضا کرتا ہے۔

آخر میں میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بصیرت دے اور اس بات کی ہمت دے کہ اس معاملے کو اس طریقے سے پورا کر سکیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی سرخو ہو سکیں اور قوم بھی مظہن ہو جائے شکر یہ۔

**Mr. Chairman:** Thank you very much.

ڈاکٹر محمد شفیع: مولانا! آپ کی باری بھی آجائے گی۔ آپ نے کتاب سے پڑھنا ہے، اور یہ بغیر کتاب کے ہیں۔ اور بغیر کتاب کے جو ہیں انکو زیادہ ثانم ملے گا۔ چودھری جہانگیر علی صاحب! آپ بھی آج بولیں گے کاذر کی بنیاد پر یا ویسے ہی؟  
چودھری جہانگیر علی: جناب! کاذر کی بنیاد پر۔

**Mr. Chairman:** Thank you very much. Dr. Mohammad Shafi.

**Dr. Mohammad Shafi:** Mr. Chairman, Sir, the issue started as "Khatm-i-Nabuwat" but during our deliberations I think we have surveyed whole of the Mirzaiyat vis-a-vis Islam, and I being by nature inclined towards religion, have attended these meetings regularly and I have listened to them very attentively and I have drawn my own conclusions which may not be acceptable to other members, I do not know. In my opinion, they do not believe that Muhammad (Peace be upon him) is the last and the greatest Prophet. Both the groups believe Ghulam Ahmad as the last and the greatest prophet. This is my own reading. And, therefore, they do not take the life of Muhammad (Peace be upon him) as the model for them; they take the life of Ghulam Ahmad as the model for them. That means that they have got their own Sunnah which has nothing to do with our Sunnah. The story does not end there. They have got their own "Kalima", their own "Darood", their own Masjid-i-Aqsa and therefore their own "Qibla", and they have got their own site for Haj, and everything is different from us. They do not join us in the prayers; they do not join us even in "Janaza" prayers; they do not like to offer their daughters for marriage to us, although very cleverly they accept our daughters for their marriage.

Now what is the end-result of that? That clearly means that they have themselves dissociated from the Muslims since the last 75 years, and it is a reality which already exists and we only have to recognize it. And you know, Sir, we all are very fond of recognizing the realities and let us recognize this reality also.

Now, this is one aspect of the issue. The other is that they do not stop there. They have got a parallel Government running in Rabwa which in my opinion is virtually Vatican. They have got their own Ministries under the name of I think "Nazirs" or some such thing-*Nazir-i-Umoor-i-Kharja* and *Nazir-i-Umoor-i-Dakhila* and such like things. They call themselves Nazirs. Now this thing is being helped by their hidden employees which we do not know in most cases. They are helped by the Qadiyanis who serve in our Departments. All the statistics and all the data are provided by them to that Government.

---

[At this stage Mr. Speaker vacated the Chair which was occupied by Madam Depuy Speaker (Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi)]

---

**Dr. Mohammad Shafi:** They have boasted that they are serving Islam in foreign countries. One example that they have given for that is that they saved the Muslims in Israel when the Israelis captured that territory. Well that may be so that they saved the Muslims there. But the question arises: who saved the Qadiyanis there? Well, somebody must have saved them. If the Jews have saved them, even they must have done so with certain motives, and those motives are to be judged by us.

Having drawn these conclusions, what is the solution for that? The solution is, in which the whole House is unanimous, that we recognize the reality which is already existing. They have already dissociated themselves from us, and we only have to declare it to be so. But, In this case, I would leave it to the Government to take the national and international factors into consideration and then take the appropriate steps.

Thank you.

محترمہ قائم مقام چیئرمین: چوہدری جہانگیر علی! آپ بولیں گے؟

چوہدری جہانگیر علی: جی ہاں، میں بولوں گا۔

محترمہ قائم مقام چیئرمین: بولیں۔

چوہدری جہانگیر علی: جناب ڈپٹی چیئرمین صاحب! موجودہ مسئلہ جو اس خصوصی کمیٹی کے سامنے درپیش ہے، یہ نہ ہی اہمیت کا بھی حامل ہے اور سیاسی تباہج بھی اس سے مسلک ہیں۔ اس مسئلے نے 29 مئی 1974ء کے بعد اس ملک میں جو صورت حال پیدا کی اس کے متعلق 13 جون 1974ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب وزیر اعظم اپنے نقطہ نظر کا اظہار فرمائے چکے ہیں اور انہوں نے ملک دو قوم کے مفاد کے پیش نظر اس مسئلے کو اس ملک کے سب سے بڑے ادارے قومی اسلامی کے سامنے پیش کیا، اور قومی اسلامی نے خود فیصلہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو ایک پیشہ کمیٹی میں تبدیل کیا اور تقریباً دو ماہ ہوئے کہ اس مسئلے کے اوپر اس ہاؤس کے اندر شہادتیں بھی پیش ہوئیں، بیان بھی ہوئے اور جرح بھی ہوئی میں واضح کرنے کی کوشش کروں گا کہ جو شہادت ریکارڈ پر آئی ہے اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ کیا فریقین اپنے اپنے کیس کو ثابت کرنے میں کامیاب رہے ہیں کیا احمدی جماعت کے لیڈر اپنے کیس اس ایوان کے سامنے ثابت کر چکے ہیں؟ انہوں نے حزب اختلاف یعنی غیر احمدی مسلمانوں کا کیس ناکام کر دیا ہے؟ یا غیر احمدی مسلمانوں کے دعوے کو وہ رد نہیں کر سکے؟ اور اپنے دعوے کی بھی صحیح طور پر تقدیق نہیں کر سکے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! مجھے 1970ء کا وہ ماحول یاد ہے جب جناب ذوالفقار علی شہر شہر اور قریب اپنی پارٹی کا منشور بیان کرنے کے لیے اور غریب عوام کو سیاست سے روشناس کرانے کے لیے ان میں سیاسی تدبیر پیدا کرنے کے لیے دورے کیا کرتے تھے۔ میں نے اکثر مقامات پر دیکھا کہ جناب بھٹو سے مذہب کے متعلق اکثر سوال کیے جاتے تھے اور ختم نبوت کے متعلق آپ

سے استفسار کیا جاتا تھا۔ خود میرے شہر سرگودھا میں لوگوں نے جناب بھٹو کے سر پر قرآن رکھ کر یہ پوچھا تھا کہ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، تو انہوں نے واشگاف الفاظ میں فرمایا تھا کہ جو آدمی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا میں اسے مسلمان نہیں سمجھتا، اور میں خود ایسا مسلمان ہوں جس کا ختم نبوت کے اوپر اعتقاد ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کو معلوم تھا کہ اس ملک کے اندر آئیں جران ہے اور سالہا سال سے ملک بغیر کسی آئین کے چل رہا ہے جناب بھٹو نے عوام سے وعدہ کیا کہ وہ نہ صرف ان کو عوامی دستور دیں گے بلکہ ان کو اسلامی دستور دیں گے۔ ان کو یہ بھی یقین تھا کہ اسلامی دستور بنانے کیلئے زیادہ سے زیادہ ممبران قومی اسلامی اگر مسلمان ہوں اور صحیح عقیدے کے مسلمان ہوں تو پھر ہم اتفاق رائے سے غیر متنازع صشم کا اسلامی دستور اس ملک کو دے سکیں گے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! اشایہ پہنچی وجہ تھی کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے قومی اسلامی کیلئے اپنی پارٹی کا نکٹ کسی احمدی یا قادریانی کو نہیں دیا، اور آج ہم یہ ہڑے فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ اس ہاؤس کے سو فیصد ممبران کا عقیدہ ختم نبوت پر ہے اور وہ اس کے اوپر ایمان رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اتفاق رائے سے اس ملک کو ایک عوامی اور اسلامی دستور دے پچھے ہیں اور اس اسلامی دستور میں ہم نے نظریہ ختم نبوت کو بھی تحفظ دیا ہے، اور اگر میں آپ کے سامنے دستور کے تھڑا شیڈول کی عبارت پڑھکر سناؤں تو معلوم ہو جائے گا کہ اس کے اندر واشگاف الفاظ میں ختم نبوت کو تحفظ دیا گیا ہے، اور جو آدمی ختم نبوت کے اوپر ایمان کا اور اعتقاد کا حلف نہیں اٹھاتا وہ اپنے آپ کو نہ مسلمان کہلو سکتا ہے نہ کرسی صدارت پر بیٹھ سکتا ہے اور نہ ہی وزارت عظمیٰ کی کرسی پر متنکن ہو سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! جہاں تک مذہبی عقیدے کا تعلق ہے اس پر بہت سارا لٹریچر اس کا روایتی کے دوران مختلف اسلامی اور احمدی عقیدہ رکھنے والوں کی جانب سے ممبران قومی اسلامی

کے پاس آیا اور ہم نے ان سے زیادہ سے زیادہ استغفار کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے علاوہ  
فاضل مہر ان قومی اکسلی مولا نما مفتی محمود، مولا نا غلام غوث ہر اروہی صاحب اور مولا نا عبد الحکیم  
صاحب نے جو اسلامی عقیدے کا یہاں اس کھنچی کے سامنے پڑھ کر سنایا ہے، عقیدے کے خلاف  
ے میں ان دونوں کے بیانات سے موافعہ متفق ہوں۔ یہاں اگر ہم نے صرف اپنے غنائے کرام  
کے بیانات پر اور اتنے وعده و تھیجت پر ہی فیصلہ کرنا تھا تو پھر اکسلی کے سامنے لاہوری جماعت  
اور روہ جماعت کو اپنا انقلاب نظر پیش کرنے کی اجازت دینے کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ وعده و تھیجت  
کی کریمیہم اسی وقت فیصلہ دے سکتے تھے کہ یہ لوگ مسلمان ہیں یا غیر مسلم ہیں۔ مگر چونکہ  
انضاف کا تقاضا ہے کہ کسی دوسرے فریق کے خلاف فیصلہ دینے سے پہلے آپ اس کو ضرور  
ساعتمان کر لیں اور اس کے عزراحت سن لیں۔ یہی نصیحت حتمیں اور good conscience کا  
تقاضا ہے۔ جذاب ڈپی جیمز میں ایکی جگہ ہے کہ تاویالی یونیورسٹی کو اپنا انقلاب اس اکسلی میں پیش  
کرنے کی اجازت دی گئی، بلکہ انہوں نے خود اس کا مطالبہ کیا تھا کہ فیصلہ دینے سے پہلے ہمیں  
اکسلی کے سامنے چیز ہو کر اپنی پوزیشن اور اپنا عقیدہ واضح کرنے کی اجازت دی جائے۔ ان کے  
بیانات پر جریح کے دوران میں نے کوشش کی کہ میں زیادہ سے زیادہ حصہ کارروائی کے دوران  
حاضر رہوں اور میں نے یہ کوشش بھی کی کہ اگر وہ کوئی اس قسم کے دلائل پیش کر سکیں یا ثبوت دے  
سکیں کہ ان کا عقیدہ صحیح ہے اور وہ مجھے قائل کر سکیں۔ تو شاید میں ان کے عقیدے پر یہاں لے  
آؤں۔ اسی نظریہ سے میں نے ان کے تمام دلائل سے وہ شہادت جو اس اکسلی کے دریکارڈ پر آئی  
ہے، اگر میں اس کا آپ کے سامنے اور فاضل مہر ان اکسلی کے سامنے جائزہ لوں تو ہم یہ کہے میں  
چیز کہ کیا ان کا نظریہ اس قابل ہے کہ میں اس پر یہاں لے آتا، یا انکا نظریہ اس حصر کا ہے کہ میں  
اس کو پہنچنے خارج سے بخرا رہتا۔

جناب ذپیٰ جیزیر میں! ان تحریری بیانات کا جو انہوں نے داخل کئے ہیں، اور اس موقع پر جو جو حی میں ان سے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ملاحظہ کرنے کے بعد یہیں ایک سمجھنے پڑتا ہے کہ وہ خصیق کیلئے پہنچاتے زیر غور لانے ہوں گے کہ گواہ کا status کیا ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ وہ قادری دان ہے، وہ حریٰ میں مولوی فاضل ہے، اس نے اکسفورڈ سے گریجویشن کی اور وجہ سے ایم اے ڈی ٹرینی ٹرینر حاصل کی۔ پاکستان اور ہندوستان میں 1940ء سے لکھر 1965ء تک ایک کالج کا پرنسپل رہا۔ جناب ذپیٰ جیزیر میں ایک شہیں بلکہ جس شخص کو یہ کہتے ہیں کہ وہ امتی یا تشریعی یا آخری نبی ہے۔ اس کا یہ پوتا ہے اور خلیفہ نالی کا لڑکا ہے۔ یہ اس گواہ کا status ہے۔ اب ہم نے یہ دیکھنے ہے کہ کیا اس گواہ نے اپنے status کے مطابق صحیح بیان دیا یا ہر اپھری کی ہے، اس نے جھوٹ بولا ہے یا اس نے خطاً پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے، اس نے سوالات سے کترانہ کی کوشش کی ہے، اس کے رویہ اس ہاؤس میں رہا ہے یا نہیں؟ اس نے عدم مقاوموں کا ثبوت تو نہیں دیا یا خطاً کو چھپانے کی کوشش نہیں کی؟ کیا وہ اپنے کیس کو ثابت کرنے کیلئے اپنے خالف دلائل کو روک رکا ہے؟ یا وہ اپنے کیس کو ثابت کرنے کے لیے دوسرے کے کیس کو جھوٹا ثابت کرنے میں کامیاب رہا ہے۔

جناب ذپیٰ جیزیر میں ایس چند نکات لے کر بیانات کی روشنی میں ان نکات پر اس گواہ کے کروار اور اس کے کریکٹر اور اس کے عقیدے کا آپ کے سامنے تحریر کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے میں یہ پوچشت لوں گا کہ اس نے اپنے خلیفہ ہالٹ سنتھ بونے کے متعلق اس ہاؤس میں کیا کہا؟ کیا یہ ایسے دلائل ہیں جن سے ہم تسلیم کر لیں کہ جس شخص کا (نیما کا) یہ تیرا خلیفہ ہے وہ بھی برق خایا اور یہ اس کا تیرا خلیفہ بھی برقرار ہے یا نہیں؟

جناب ذپیٰ جیزیر میں اگر ہم کسی غیر مسلم کو اسلام فن دعوت دیں تو اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اسود حنفی، آپ کی تعلیمات اس کے سامنے بیان کریں اور ان کو سدست

کرنے کے لیے آپ کے خلاف ارشدینا کے کردار کا، ان کی قربانیوں کا، ان کی راستبازی کا بھی ہم جائزہ لیں۔ جس شخص کے خلیفہ کا کردار مذکور شہر سے بالآخر ہو گا یقیناً اس کی نبوت بھی پیش اور واجب المقبول ہو گی۔ اب ہم نے یہ دیکھنے کے خلاف ارشدینا کے کردار نے آنحضرت ﷺ کی سیرت کو آپ کی نبوت کو اور آپ کے کردار کو اپنے عمل سے، اپنے قول فعل سے کس حد تک برداشت اور چالا بات کرنے کی کوشش کی، کس حد تک بلند رکھا، کس حد تک پورث کیا۔ اسی طرح ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس تیسرے خلیفے نے اپنے نبی کے کردار کو کس حد تک پورث کیا ہے۔ کیا اس کا کردار ایسا ہے جس سے ثابت ہو کہ یہ واقعی ایک نبی کا تیسرا خلیفہ ہے اُگر اس کا کردار ایسے خلیفہ کے کردار کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ نبی بھی اس قابل نہیں ہے کہ ہم اس کو نبی تسلیم کریں۔

اپنے انتخاب کے متعلق اس نے کہا ہے کہ مجھے جماعت احمدیہ نے انتخاب کے ذریعے اپنا نام ہذا یا ہے، مجھے الکورول کائی کے ذریعے منتخب کیا گیا۔ اس کائی کے مجرمان کی تعداد تقریباً پانچ سو ہے۔ اس میں تبلیغی مشن کے کچھ لوگ جماعت کے اندر واقعی مسلمین، ذمہ دار عبید یہاں ان وغیرہ وغیرہ شامل ہیں کچھ مجرموں کو ضلع کی تنظیم نے نامزد کیا ہے اور جب اس نے اس سے یہ پوچھا کر کیا آپ کے الکورول کائی کے مجرمان کی کوئی آخری لست آپ کے پاس ہے تو اس نے کہا ہمارے پاس کوئی آخری لست موجود نہیں ہے۔ اس نے کہا انتخاب بلا مقابلہ ہوتا ہے، اسے نہیں کہا جاتا۔ کوئی ویگر شخص اپنا نام پیش نہیں کر سکتا۔ ایکشن کے قواعد ہمارے پاس ہیں، صرف روایات ہیں۔ خلیفہ کو سبک دوش کرنے کا کوئی طریقہ کا ربانیا عدم وجود نہیں ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ الکورول کائی کے مجرمان کے ذمہن پر التدقیقی کا اثر ہے۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی ان کا خلیفہ بھی چاہے تو وہ بھی نبوت کا دعویٰ کر سکتے

ہے۔ خلیفہ کو کوئی پہنچ یا جسمانی سرچ لا جن نہیں ہو سکتا۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ (اب آپ دیکھ لیں کہ یہ عقیدہ کس حد تک صحیح ہے۔ کل نفس ذاتی الموت۔ یہ ہمارا بیان ہے۔ اور ان کا غلیظ ایسا ہے کہ شاید موت کا ذائقہ بھی ان کے عقیدہ کے مطابق نہ ملختا ہو، تو فیکر وہ خود بھی امر نہ چاہے) خلیفہ کا فیصلہ صحیح ہوتا ہے۔ ایسی کوئی باہمی نگرانی جو خلیفہ کے فیصلے کو over-rule کر سکے۔ فیکر بھیں شوریٰ کے نیٹے میں رو و بدل نہیں کرتا۔ خلافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس سے استقامہ نہیں لیا جاسکتا۔ (مرزا ناصر احمد کے اس بیان میں تضاد ہے۔ ایک طرف وہ کہتا ہے کہ خلافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ وہ مری طرف وہ کہتا ہے کہ الحکومیں کافی خلیفہ کو تخت پر کرتا ہے جبکہ کوئی حصی فہرست یا کوئی ریکارڈ ان کے پاس نہیں ہے۔

جناب ذپیل جنگر میں ان کے نبی کی سعی مرزا غلام احمد صاحب کی فیصلی کے متعلق ہے اس سے پہنچتے ہیں کہ مرزا صاحب کی فیصلی کہنا صاحب پر مشتمل ہے تو دیکھئے کہ وہ حق کہتا ہے یا جھوٹ اسکا استدلال قدرتی ہے یا بناوٹی ہے یا اس میں کسی جملے سے کام لیا جا رہا ہے۔ وہ بہتا ہے کہ مرزا صاحب کی فیصلی سے مراد ان کے صرف تمغا ہی ہیں۔ ان کی دمگروں والی فیصلی میں شامل نہیں۔ جناب ذپیل چیزیں مین اعام عقیدہ یہ ہے کہ ایک شخص کے نظر سے جتنے بھی اقرار ہو سکے وہ اس کے افراد کہنہ ہو گئے۔ ہمیں نہیں پڑھ کر کیا اس کی اولاد میں سے صرف تین ہی افراد ان کے نظر سے بتتے۔

اس کے بعد مرزا ناصر احمد کوہ امیر المؤمنین ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور امیر المؤمنین کا جو وہ مطلب بیان کرتا ہے اب آپ یہ دیکھئے کہ کیا وہ ہمارا بھی امیر ہو سکتا ہے۔ کیا اس کی نظر میں، کیا اس کے عقیدہ کے حاظ سے ہم بھی مؤمن کہلانے کے سختی ہیں یا نہیں؟ وہ کہتا ہے کہ ان لوگوں کا امیر جو ہمارے نظر یعنی سے مختف ہوں امیر المؤمنین کہلانا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ ان

کے نظر یہ سے تفہیں ہیں وہ مومنین نہیں ہیں۔ مومن صرف وہ لوگ ہیں جو ان کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ گواہ نے وضاحت کی کہ میں تمام مسلمانوں کا امیر یا خلیفہ نہیں ہوں۔ اگر وہ اپنے آپ کو تمام مسلمانوں کا خلیفہ ثابت کرتا تو یقیناً ہم اس کو مان لیتے بشرطیکہ اسکا ثبوت ناقابل تردید معیار کا ہوتا۔

اس نے مزید کہا ہے کہ ہماری جماعت کے اغراض و مقاصد حقیقی اسلام قائم کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ سیاسی مفادات حاصل کرنا، سیاست میں حصہ لینا، سیاست سے فائدہ اٹھانا ہمارا نقطہ نظر نہیں ہے۔ سیاست ہمارے اغراض و مقاصد میں شامل ہی نہیں ہے۔ آگے چل کر جناب ذپی چیزیں! میں آپ کو یہ بتاؤں گا کہ جب یہ مسلمان اور غیر مسلمان کی تعریف کرتے ہیں وہاں بھی سیاسی مسلمان اور غیر سیاسی مسلمان کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جب یہ کافر کی تعبیر کرتے ہیں تو اس میں بھی سیاسی کافر اور غیر سیاسی کافر کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کی نفری یا تعداد کے متعلق جب ان سے پوچھا گیا تو آپ دیکھئے کہ ان کا کیا شینڈ ہے اور انہوں نے اپنا موقف کیا اختیار کیا ہوا ہے۔ جواب میں مرزا ناصر احمد نے کہا ہے کہ اس کا کوئی ریکارڈ ان کے پاس نہیں ہے کہ پاکستان میں گزشتہ بیس سال سے کتنے احمدی convert ہوئے ہیں یا جماعت میں کتنے لوگ شامل ہوئے ہیں، ہم کوئی ایسا ریکارڈ نہیں رکھتے جب پوچھا گیا کہ بیعت کے رجسٹر کی گئی کی جاتی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب ہے کہ اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ یہ گواہ امیر جماعت احمدیہ ہے۔ خلیفہ ثانی ہے اور امیر المومنین ہے، اور اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کی جماعت کی کل نفری کتنی ہے، نہ اس نے ریکارڈ قائم کرنے کی کوشش کی ہے، نہ اس کو یہ معلوم ہے کہ اس کا ریکارڈ موجود ہے یا نہیں ہے۔ پھر آگے چل کر پلٹتا ہے اور کہتا ہے

کہ میرے اندازے کے مطابق پاکستان میں پینتیس 35 چالیس لاکھ احمدی ہیں، دنیا میں ایک کروڑ ہیں۔ مرز اصحاب کی وفات کے وقت چار لاکھ احمدی تھے، 1954ء کی مردم شماری میں اگر تعداد چند ہزار درج ہے تو وہ غلط ہے، مردم شماری کے اعداد و شمار کبھی درست نہیں ہوتے۔ مجھے علم نہیں کہ منیر کمیشن کے سامنے جماعت احمدیہ میں سے کس نے جماعت کی تعداد دولاکھ بتائی تھی، یہ تعداد غلط ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں بھی ہماری تعداد غلط تحریر ہے۔ اگر آپ کہیں کہ احمدیوں کی تعداد دولاکھ ہے تو میں کسی دستاویز سے اس کی تردید نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر آپ کسی ریکارڈ یا سرکاری دستاویز سے ثابت کر دیں تو میں تردید نہیں کر دیکھا۔ کوئی صحتی مردم شماری نہیں کی گئی اس لیے تعداد اندازے سے بتائی گئی ہے۔ اب تعداد پینتیس چالیس لاکھ ہے۔ بوقت تقسیم ملک چار لاکھ تھی۔ اسوقت میں پینتیس ہزار ہندوستان میں رہ گئے تھے۔

اس کے بعد گواہ اسمبلی کے اختیارات کو چیلنج کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسمبلی کو کسی کو کافر قرار دینے کا اختیار نہیں ہے۔ میں اس کے بیان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا کہ اس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اس اسمبلی کو یہ قیضی کرنے کا حق حاصل ہے کہ یہ اسمبلی جس نے اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام قرار دیا ہے کسی فرقے کے متعلق یہ بھی فیصلہ دے سکتی ہے اور قانون اور دستور میں یہ ترمیم کر سکتی ہے کہ کون صحیح عقیدے کا مسلمان ہے اور کون نہیں ہے۔ اس نے اسمبلی کے اختیارات کو چیلنج کرتے ہوئے اپنی جرج میں کہا ہے کہ مذہبی آزادی ہر شخص کو ہونی چاہئے۔ میرا کہنا ہے کہ کوئی بے وقوف ہی اس کی تردید کرے گا۔ میں نے دستور کی دفعہ آٹھ اور میں 20 کے تحت اسمبلی کے اختیار کو چیلنج کیا ہے۔ یہ درست ہے کہ اسمبلی جو کہ پریمیم باڈی ہے ان دفعات کی ترمیم کر سکتی ہے۔ میں نے اپنے تحریری بیان یعنی محض نامے میں یہ بات کہی ہے کہ صرف مسٹر بھٹو، مفتی محمود اور مولانا مودودی کو ہی نہیں بلکہ دستور پر پاکستانی کو مذہبی آزادی دیتا ہے۔ جب

کوئی اپنے مذہب کا اعلان یا اقرار کرے تو کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس میں اعتراض یا مخالفت کرے۔ اگر کوئی دنیاوی فائدے اور لائج کے لیے مذہب کا اعلان کرے تو قرآن پاک کہتا ہے کہ اس میں مداخلت نہ کی جائے۔ البتہ اگر کوئی دھوکہ دی کے لیے مذہب کی آڑ لے تو میں اس کی نہست کرتا ہوں۔ یہ درست ہے کہ جو مسلمان نہیں اسے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ (اس لیے ہم یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ چونکہ یہ غیر مسلم ہیں ان لیے ان کو مسلمانی کا دعویٰ کرنے کا کوئی حق نہیں)۔ جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ جب آپ ایک غیر احمدی کو کافر کہتے ہیں، اگر اس بھلی یہ قرارداد پاس کر دے کہ آپ دائرة اسلام سے خارج ہیں تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟ اس کا وہ جواب دیتے ہیں کہ پھر جملہ غیر احمدی فرقوں کو غیر مسلم قرار دے دیا جائے۔ (اس کا یہ مطلب ہے کہ اس اس بھلی کو یہ تو اختیار ہے کہ جملہ غیر احمدی فرقوں کو غیر مسلم قرار دے دے، مگر اس اس بھلی کو یہ اختیار نہیں کہ ایک احمدی فرقے کو غیر مسلم قرار دے سکے)۔ آگے چل کر پھر اس سوال کے جواب میں کہ مسلمان کون ہیں، اس نے کہا کہ آخر حضرت ﷺ نے جسے مسلمان کہا ہے وہ مسلمان ہے، اور اس میں وہ چار حدیثوں کا حوالہ دیتا ہے۔ جو اس نے اپنے محض نامے میں بیان کی ہیں۔ اس پر مفتی محمود صاحب کافی روشنی ڈال پکھے ہیں۔

اب ان کو اقلیت قرار دینے جانے یا نہ دینے جانے کے موضوع پر اس کے بیانات کا آپ کے سامنے جائزہ لیتا ہوں۔ گواہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ اپنے فرقے کو اقلیت قرار دینے سے ہم مرزا صاحب کو روحانی پیشوں تصور کرنے میں اس طور پر پابندی محسوس کریں گے کہ اس سے ان لوگوں کی عزت نفس پر ہاتھ ڈالا جائے گا جو ہماری جماعت میں شامل ہونگے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اقلیت قرار دینے سے مداخلت نہیں بلکہ ہمارا تحفظ ہو گا تو ہمیں ایسے تحفظ کی ضرورت نہیں

جناب ڈپٹی چیئرمین! ان کے خیالات ملاحظہ فرمائیں۔ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی فرداں کو غیر مسلم کہے تو ان کو حقوق میں مداخلت نہیں ہوتی۔ البتہ اگر حکومت ان کو غیر مسلم کہے تو مداخلت ہوتی ہے۔ گواہ کا موقف یہ ہے کہ ان تین احادیث کی رو سے جو محضرا نے میں درج ہیں کسی حکومت کو حق نہیں کہ کسی کو غیر مسلم قرار دے اس نے کہا یہ درست ہے کہ جب میں یہ کہوں کہ مفتی محمود کو کوئی حق نہیں کہہ میں غیر مسلم کہے تو ہمیں بھی حق نہیں کہ ہم کہیں کہ مفتی محمود مسلمان نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! امتی نبی کے متعلق مختصر ساجائزہ لیتے ہوئے اس گواہ کے خیالات اور بیانات کے میں آپ کے سامنے مختصر حوالے پیش کرتا ہوں۔ اپنے اس اعتقاد پر کہ مرزا صاحب امتی نبی ہیں، ان کی ربوہ والی جماعت کا اور نہ لا ہوری جماعت کا موقف غیر مترقب نہیں ہے۔ ان کے قدم ڈال گھانتے ہیں۔ کبھی ایک پوزیشن اختیار کرتے ہیں کبھی دوسرا اور کبھی تیسرا پوزیشن اختیار کرتے ہیں بیانات اور جرح کے دوران ان کا سارا استدلال یہ رہا کہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں۔ اگر آپ اس پر اعتراض کرتے ہیں، چلیئے ہم ان کو صحیح موعدہ مان لیتے ہیں۔ اگر آپ صحیح موعدہ بھی نہیں مانتے تو ہم ان کو مہدی موعدہ مان لیتے ہیں۔ اور اگر آپ ان کو مہدی موعدہ بھی نہیں تسلیم کرتے تو چلیئے ان کو آنحضرت ﷺ کا غلط، ان کا سایہ کہہ لیں اور اس طرح وہ امتی نبی ہیں، بروزی نبی ہیں۔ ان کا یہ موقف بھی ان کے اپنے بیان سے منتشر ہو جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امتی نبی وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کے عشق اور محبت میں اپنی زندگی گزارے، اور تسلیم کیا کہ یہ درست ہے کہ دوسرے فرقوں کے لوگ مرزا صاحب کو امتی نبی نہیں سمجھتے ایک جگہ جا کر وہ یہ بھی تسلیم کر گئے ہیں، درست ہے کہ ان کی کتاب حقیقت النبی میں درج ہے کہ مرزا صاحب امتی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! آپ دیکھئے اگر وہ شخص آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حقیقی نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور اسکے خلیفہ اس بات کا پرچار کریں تو یہ یقیناً اسلام کو نہ صرف سخن کرنے والی بات ہے بلکہ وہ لوگ اس ملک کے اندر ایک نیا اسلام، ایک نیا نبی اور ایک نئی امت قائم کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین اسپ سے بڑا پوائنٹ جواب ہاؤس میں زیر بحث آیا جس پر اثارتی بجزل صاحب نے ان پر بہت زیادہ سوالات کئے تھے ہے کہ کیا مرزا صاحب کو نبی نہ سامنے والا ہے کافر ہے اور کیا غیر احمدی مسلمان ہے یا نہیں؟ اپنے بیانات میں مرزا ناصر احمد گواہ نے جو باتیں کہیں ہیں وہ یہ ہیں: ”کفر کے لغوی معنی انکار کرنے والے کے ہیں۔ جو لوگ ہانی سلسلہ احمدیہ کے مکنر ہیں وہ کافر ہیں۔ (لغوی معنوں میں اور اصلی معنوں میں کیا فرق ہے، وہ آپ یہاں دیکھیں کہ انہوں نے کیا حیرت انگیز فرقہ ڈالنے کی کوشش کی ہے)۔ مکنر خدا تعالیٰ کے سامنے قابل موادخذہ ہے۔ کفر کے دو معنی ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل موادخذہ ہے، دوسرے سیاسی کافر ہیں۔ (ویسے یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں) دیو بندی، الحدیث، بریلوی، یہ سب کے سب اپنے آپ مسلمان کہتے ہیں۔ مگر حقیقت میں یہ مسلمان نہیں، بلکہ سیاسی مسلمان ہیں۔ پھر ان سے سوال کیا گیا کیا کافر کے معنی تمام لوگوں میں.....

**Madam Acting Chairman:** May I request the honourable members to keep their tone low please. Thank you.

چودھری جہانگیر علی: جناب ڈپٹی چیئرمین! جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا کافر کے معنی عام لوگوں کے نزدیک یہ نہیں کہ وہ غیر مسلم ہے تو آپ اندازہ لگائیں کہ وہ کس قسم کا کثرانے والا اور کس قسم کا شرارتی جواب دیتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہ تو عام آدمی ہی بتا سکتا ہے کہ عام آدمی

کے نزدیک اسکے کیا معنی ہیں میں اسکے متعلق کیا جواب دے سکتا ہوں۔ گواہ نے مزید کہا کہ جسے  
ہم کافر کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے سامنے قابل موافق ہے۔ ایک sense میں  
وہ مسلمان ہے ایک sense میں وہ کافر ہے جو قرآن کے مطابق تمام نبیوں پر ایمان نہیں لاتا وہ  
مسلمان نہیں، اور میرے نزدیک اس حد تک خارج از دائرہ اسلام ہے کہ آخرت میں قابل  
موافق ہے۔ جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ گھنٹا اور کافر ہے۔ بلکہ طبیب سے انکار ملت اسلامیہ  
سے خارج کر دیتا ہے مرزا صاحب سے انکار ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا، دائرہ اسلام سے  
خارج کر دیتا ہے۔ جسٹس منیر نے ہماری اس بات کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ وہ ہمارا موقوف تعلیم  
کرنے کے موڑ میں نہیں تھے۔ (کسی عدالت یا کسی ثبوت کے فیصلے سے فتح نکلنے کا اور کسر اجانے  
کا انہوں نے عجیب بہانہ تراشنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فلاں اتھارٹی، فلاں نجح، فلاں عدالت چونکہ  
ہمارا موقوف تعلیم کرنے کے موڑ میں نہیں تھی اس لیے اس نے ہمارے خلاف فیصلہ دیا ہے)۔  
جب ان سے پوچھا گیا کہ مرزا بشیر الدین نے کہا ہے جو مویٰ علیہ السلام کو مانے اور عیسیٰ علیہ  
السلام کو نہ مانے، یا جو عیسیٰ علیہ السلام کو مانے نبی کریم ﷺ کو نہ مانے وہ کافر، پکا کافر ہے، تو اس  
کا جواب دیا کہ وہ سیاسی طور پر ایمان سے خارج ہے وہ شخص جو عدم علم کی بناء پر مرزا صاحب کو نبی  
تعلیم نہ کرے ملت اسلامیہ سے خارج نہیں، گودا رہ اسلام سے خارج ہے اور اگر ان کے نبی  
ہونے کا علم رکھتا ہو اور پھر نہ مانے، وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔ گواہ نے کہا کہ ہم ان دونوں  
تم کے لوگوں کو رشتہ نہیں دیتے۔ قرآن پاک میں دائرہ اسلام کا ذکر نہیں ہے بلکہ ملت اسلامیہ کا  
ذکر ہے۔ ہر وہ شخص جو ملت اسلامیہ کا فرد ہے وہ دائرہ اسلامیہ میں بھی ہے جو دائرہ اسلام میں  
نہیں ہے وہ ملت اسلامیہ کا بھی فرد نہیں ہے اس نے مزید بیان کیا کہ میرے نزدیک مرتد وہ ہے  
جو کہے کہ اسلام سے میرا تعلق نہیں رہا۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اگر  
کوئی احمدی احادیث ترک کر دے تو وہ لغوی معنوں میں مرتد ہو گیا، قرآنی معنوں میں نہیں۔

محترمہ قائم مقام چیئرمین: آپ کتنا وقت لیں گے؟

چودھری جہانگیر علی: جتنا وقت لے چکا ہوں اتنا اور لوں گا۔ میں ان کے بیانات کا جائزہ لے رہا ہوں اور یہ اسی بات ہے جو اس سے پہلے اس ہاؤس میں زیر بحث نہیں آئی۔

اس نے یہ کہا کہ اگر کوئی مسلمان نیک نبی سے غور کرے اور پھر مرزا صاحب کو نبی نہ مانے تو وہ گھنگار بھر لے کافر ہے۔ ”جو شخص مرزا صاحب کے دعاویٰ کو تمام جنت کے بعد بھی نبی نہیں مانتا آپ کے خیال میں وہ کس قسم کا کافر ہے؟“ اثارنی جزل صاحب کے اس سوال کا اس نے جواب دیا کہ ایسا شخص بالکل کافر ہے۔ اور جب اثارنی جزل صاحب نے یہ پوچھا کہ یہ تمام اس بھلی ان کے تمام دعاویٰ کو آپ کی تمام دلیلوں کے سنتے کے باوجود اگر یہ کہے کہ وہ نبی نہیں ہے تو ان بھر ان اس بھلی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہوگا؟ تو اس کا جواب دینے سے وہ کتر اگیا۔

غیر احمد یوں کو رشتہ نہ دینے کے متعلق آپ اس کے استدلال سنیں۔ اس نے کہا مسلمان ایک وہ ہیں جو ملتِ اسلامیہ سے خارج ہیں، دوسرے وہ ہیں جو دائرہِ اسلام سے خارج ہیں، ہم دونوں قسم کے مسلمانوں کو اپنی لاڑکیوں کا رشتہ نہیں دیتے۔ اب آپ نے دیکھ لیا کہ عقیدے اور دین میں اور اپنے دعاویٰ کو ثابت کرنے میں اور ہمارے دعاویٰ کی تردید کرنے میں اس نے چکر ڈالنے کی کوشش کی۔ کہیں ایک چکر ڈالا، کہیں دوسرا چکر ڈالا، کہیں سیاسی چکر ڈالا، کہیں مومن کا چکر ڈالا ہے، کہیں مذہبی چکر ڈالا ہے، کہیں کافر کا چکر ڈالا ہے وہ کہتا ہے ہم دونوں قسم کے مسلمانوں کو اپنی لاڑکیوں کا رشتہ نہیں دیتے پھر اسکی وجہ جواز دیکھیے۔ ایک مذہبی پیشوائے اور اپنے آپ کو ایک نبی کا تیسرا خلیفہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اور وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ یہ شرعی فتویٰ تو نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ ہمیں توقع نہیں ہے کہ غیر احمدی مسلمان احمدی یوں کے حقوق پورے کرے گا۔ احمدی سے اگر غیر احمدی لاڑکی کی شادی ہو تو ہمیں امید ہے کہ احمدی نوجوان

ہماری توقع کے مطابق اپنی بیوی کے حقوق پورا کرے گا۔ (یہ کتنی بودی دلیل ہے اور کتنا کمزور استدلال ہے۔) گواہ نے مزید کہا کہ مرا ابیر الدین صاحب نے مسلمانوں سے رشتے ناطے کرنے کو اسی لیے ناجائز اور حرام کیا ہے کہ جو چیز فساد پیدا کرتی ہو وہ ناجائز اور حرام ہے اس لیے وہ جواز پیش کرتے ہیں کہ ہم غیر احمد یوں میں اپنی لڑکیوں کا رشتہ نہیں کرتے یہاں بالکل جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لینے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ غیر احمدی کو کافر تصور کرتے ہیں، اس لیے اپنی لڑکیوں کے رشتے نہیں دیتے اور غیر احمد یوں کی لڑکیوں کے رشتے وہ اس لیے لے لیتے ہیں تاکہ اپنے عقیدے کے مطابق انہیں اپنے فرقے میں شامل کر سکیں۔

غیر احمد یوں کی نماز جنازہ یہ لوگ کیوں نہیں پڑھتے؟ ان کی کتابوں میں جو کچھ تحریر ہے، اس گواہ نے اس ہاؤس میں پیش ہو کر اس کا جواز پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور ہم لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ تمام عالم اسلام کو اور ان بیانات کو اور اس شہادت کو پڑھنے والوں کو قائل کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہم غیر احمد یوں کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھتے۔ آپ دیکھئے اگر ایک عام فہم دفراست کا آدمی بھی اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تو ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور جھوٹا ہے۔ اس نے کہا کہ تمام غیر احمدی فرقوں نے ہم کو کافر کہا ہے اس لیے ہم غیر احمد یوں کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ ہم نے قائد اعظم کا جنازہ نہیں پڑھا تھا گوانہبوں نے ہماری تکفیر نہیں کی تھی مگر وہ شیعہ تھے اور شیعہ حضرات کے ہمارے خلاف کفر کے فتوے سن چکے تھے۔ مگر اپنی زندگی میں ان فتوؤں کو روئیں کیا تھا۔ ہم غیر احمدی پھوپھوں کا جنازہ بھی اسی لیے نہیں پڑھتے کہ ان کے والدین نے ہمارے خلاف کفر کے فتوے دیے یا سنے اور انہیں روئیں کیا۔ البتہ وہ پچھہ جو جوان ہو کر اپنے والدین کے مذہب کو رد کر دے (اس کا مطلب یہ ہے کہ مذہب سے مخفف ہو کر مرتد ہو جائے) پھر اس کا جنازہ پڑھ لیں گے۔ دیسے جنازہ نہ پڑھنا کوئی سزا نہیں ہے، یہ تو فرض کفایہ ہے۔ اگر

ملت میں سے بیس افراد یہ فرض ادا کر دیں تو سب کی جانب سے یہ فرض ادا ہو جاتا ہے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! اسکا مطلب یہ ہوا کہ اگر غیر احمدی مسلمان مر جائے تو فرض کفایہ صرف غیر احمدی مسلمان ہی ادا کریں گے تو اگر کوئی احمدی مر جائے تو اس کا یہ فرض کفایہ احمدی ادا کریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انکا نامہ ہب الگ ہے ہمارا نامہ بھی الگ ہے، ان کا دین اور ہے ہمارا دین اور ہے۔ گواہ نے مزید کہا کہ لاہوری احمدیوں کی ہم نماز جنازہ پڑھتے ہیں کیونکہ انہوں نے ہمارے خلاف کفر کے فتوے نہیں دیتے تھے۔ جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ مرزا بشیر الدین نے کیوں غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے، تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ میں مرزا بشیر الدین کے فتوے کی نہ تقدیق کرتا ہوں نہ تائید کرتا ہوں جب تک مجھے اصل عبارت نہ دکھائی جائے۔ یہ شخص اپنے مذہب کا سب سے بڑا سکارا ہے اور اپنی کتابیں اسے از بریاد ہیں۔ آپ دیکھ لیں کہ وہ کس نیک نیتی سے جواب دے رہا ہے۔

کیا اس نے evasive replies دیئے۔ کیا اس نے جان بوجہ کر ان سوالوں کا جواب دینے سے کترانے کی کوشش کی جو کہ اس کے کیس کے جزوں میں بیٹھتے تھے، یا اس کے موقف کی شیخ کنی کرتے تھے اس کے متعلق جو اس نے کہا ہے وہ ذرا لاحظہ فرمائیے۔ اس نے کہا ہے کہ غیر احمدی بچے کے جنازے کے متعلق مرزا بشیر الدین نے جو کہا ہے میں نہ اسکی تقدیق کرتا ہوں، نہ اسکی تائید کرتا ہوں۔ دوسری جگہ اس نے کہا کہ مجھے علم نہیں کہ تمام دنیا میں احمدیوں نے کسی غیر احمدی کی نماز جنازہ یا غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو۔

پھر کہتا ہے کہ اگر کوئی احمدی احمدیت ترک کر دے تو تقوی معنوی سے مرد ہو گی۔ قرآنی معنوی سے نہیں مرد ہوا۔ پھر کہا کہ نجح المصلی گو ہماری جماعت کی کتاب ہے مگر ہمارے لیے اتحاری نہیں ہے۔ پھر کہا کہ جب ہم کہتے ہیں کہ ہمارا کلمہ اور ہے اور غیر احمدیوں کا کلمہ اور ہے، تو

ہمارا اللہ اور ہے اور غیر احمد یوں کالا اللہ اور۔ اسی طرح ہمارا محمد رسول اللہ اور ہے دوسرے فرقوں کا محمد رسول اللہ اور ہے، اور یہ اختلاف معنوی لحاظ سے ہے۔ (جب ہمارے اور ان کے کلے میں معنوی لحاظ سے بھی اختلاف ہوا تو پھر جناب ڈپٹی چیئرمین! وہ کیسے ہمارے اسلام کا جزو ہو سکتے ہیں؟ وہ کیسے ہمارا عقیدہ رکھ سکتے ہیں؟) پھر اس نے کہا کہ اسی طرح دیگر ارکان اسلام میں بھی معنوی فرق ہے دیگر ارکان اسلام میں کلمہ بھی ہے، نماز بھی ہے، زکوٰۃ بھی ہے، حج بھی ہے اور روزہ بھی جب ان کے روزے کے معنی اور ہیں اور ہمارے روزے کے اور، جب ان کی زکوٰۃ کے معنے اور ہیں اور ہماری زکوٰۃ اور، جب ان کے حج کے معنے اور ہیں اور ہمارے حج کے اور، تو پھر یادہ مسلمان نہیں ہیں، یا ہم نہیں پھر دونوں فرقوں کا عقیدہ ایک نہیں ہو سکتا۔

مرزا غلام احمد نے کہا کہ "میری وحی میں امر بھی ہے اور نہیں بھی۔" جب گواہ سے اس کا مطلب پوچھا تو اس نے کہا کہ "اس کا مطلب ہے کہ قرآن پاک کی امر و نہی کی اشاعت کی جائے، یعنی اس کی تجدید کی جائے۔" تجدید اسکی ہوتی ہے جو اپنی اصل حقیقت، اپنی اصل حیثیت اور اپنا اصل اثر زائل کر دے۔ اگر ہمارا اسلام پر اتنا ہو گیا ہے، اگر ہمارا قرآن بوسیدہ ہو گیا ہے، اگر ہماری نبوت ہی بے اثر ہو گئی ہے، تو جبھی تو ان کو اسکی تجدید کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اگر وہ ہمارے عقیدے کے مطابق ہمارے ایمان کو بھی برحق سمجھیں، ہمارے قرآن کو بھی برحق سمجھیں، ہمارے نبی کو بھی برحق سمجھیں تو جناب ڈپٹی چیئرمین! پھر اس ایمان کی یا اس قرآن کی یا اس اسلام کی تجدید کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد اور جگہ بھی اس نے ہیرا پھیری سے کام لیا ہے۔ وہ سنئے۔ اکمل کی نظرم۔ "غلام احمد کو دیکھئے قادیان میں۔" اس کے متعلق جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ 1934ء میں اسکی تردید آگئی تھی، ویسے اکمل ہمارے لیے اخبار نہیں ہے۔ اور جب یہ پوچھا گیا کہ کیا

تردید آئی تھی تو اس کا جواب دیا کہ وضاحتاً تردید میں کہا گیا ہے کہ اگر مرزا غلام احمد رہتے میں بڑے ہیں تو پھر تو غلط ہے، اور اگر یہ خیال لایا جائے کہ اشاعت اسلام مرزا غلام احمد کے زمانے میں زیادہ ہوئی تو پھر معنوی لحاظ سے یہ درست ہے کہ مرزا غلام احمد (نحوہ بالشد، نحوہ بالله) بنی اکرم ﷺ سے بہت بڑے تھے۔ نزول مجھ میں تحریر ہے کہ "اور جو میرے خلاف تھے ان کا نام بھی عیسائی، یہودی اور مشرک رکھا گیا۔" اس نے کہا کہ یہ بات تسلیم ہے ہم نے کہا کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ مرزا صاحب نے تو نام نہیں رکھا بلکہ رکھنے والے نے نام رکھا۔ جو حوالہ "انوار اللغات" ڈکشنری سے پڑھ کر اس کو سنایا گیا تو اس نے کہا کہ میں اسے تسلیم نہیں کرتا، یہ معیاری لغت نہیں ہے۔ اور دوسری جگہ وہ کہتے ہیں کہ: "کل مسلمانوں نے مجھے تسلیم کر لیا ہے مگر انہوں نے نہیں کیا جو تحریروں کی اولاد ہیں۔" مرزا ناصر احمد نے جواب دیا کہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ کل مسلمان مجھے تسلیم کر لیں گے سوائے ان کے جو باغیوں شرپندوں کی اولاد ہیں۔ یہ فعل حال نہیں فعل مزارع ہے۔ اب اس نے اس چکر میں ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ یہ حال کے معنی دے گا، یا پاسی کے یا مستقبل کے معنی دے گا۔ مرزا بشیر احمد کی تحریر کہ "کہیں کہیں میری تحریروں میں مسلمان کا لفظ بھی آیا ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں وغیرہ وغیرہ" — اسکو مرزا ناصر احمد نے تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ لفظی معنی تسلیم ہیں۔ مگر معنوی لحاظ سے اس کا یہ مطلب نہیں۔ "ولد الزنا" "ذریعة البغایہ" کا ترجمہ اس نے کیا ہے کہ ولد الزنا نہیں بلکہ اس کا مطلب کچھ اور ہے، یعنی باغیوں کی اولاد ہے اور "الفضل" 22 اگست 1944ء میں جب اکمل کا قصیدہ دوبارہ چھپا، جس کے متعلق انہوں نے کہا تھا کہ 1934ء میں اس کی تردید ہو گئی، اور تفصیل از قلم اکمل اور اسکی اصل نظم انصاری صاحب نے اس ہاؤس میں پڑھ کر سنائی تو مرزا ناصر کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! اگر گواہ سے یہ پوچھا جاتا کہ آپ کے ہاتھوں کے

طوٹے واقعی اڑ گئے تو وہ کہتا کہ میرے ہاتھوں میں تو طوٹے نہیں تھے۔ اور اس ایوان کی چھت میں لے اڑ کر وہ کہیں جائیں نہیں سکتے تھے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ تو طوٹے ہی نہیں تھے، یہ اس قسم کا استدلال ہے جو بالکل بودا اور بے معنی ہے۔

جب ہم نے یہ پوچھا کہ اگر آپ اپنا عقیدہ رکھنے کے باوجود ہی ملت اسلامیہ کے فردوں سکتے ہیں تو پھر آپ نے عیحدگی عیحدگی کی روٹ کیوں لگا رکھی ہے۔ تو اس نے کہا کہ گونج المعنی میں کہا گیا ہے کہ غیر احمد یوں سے دینی امور میں الگ رہو تاہم یہ کتاب ہماری جماعت کے لیے انتہاری نہیں ہے۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ جب آپ اپنے آپ کو عیحدہ قوم جلتا تھا ہیں تو اس کا کیا مطلب ہے تو اس نے کہا کہ ہم عیحدہ قوم بھی ہیں۔ دوسروں میں رشتہ ناطنہ میں کرتے تاہم ہم دوسروں کا ذیجہ کھاتے ہیں وہ دوسروں کا ذیجہ کھانے سے اگر ملت اسلامیہ میں اپنے آپ کو رکھ کر ہمارے نہ ہب میں بھی اپنی مداخلت جاری رکھنا چاہیں تو یہ بالکل غلط بات ہے ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ہم اہل کتاب کا ذیجہ کھایتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارا ایمان بھی وہی ہے جو غیر مسلم اہل کتاب کا ایمان ہے۔

محترم مقام چیئرمین: چودھری صاحب اپنے گھنٹہ ہو گیا ہے۔

چودھری جہانگیر علی: میں جلدی ختم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں بعض حوالے چھوڑ دوں

گا۔

جب یہ سوال کیا گیا کہ مرزا بشیر الدین احمد نے کیوں کہا کہ جب تک ناصری نے اپنے ہب کاروں کو الگ کر دیا تھا، سو اگر مرزا صاحب نے بھی کر دیا تو کیا ہرج ہے؟ جواب اس نے یہ دیا کہ اس سے مطلب یہ ہے کہ احمد یوں کو غیر احمد یوں کے اثر سے بچایا جائے (اس لیے احمد یوں کو غیر احمد یوں کے اثر سے بچانے کا سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ ان کو غیر مسلم اقلیت فرقہ قرار دے دیا جائے) اس نے یہ بھی کہا کہ یہ درست ہے کہ حقیقتہ النبوت میں مرزا صاحب کو اسی نبی

نہیں بلکہ حقیقی نبی کہا گیا ہے۔ اس کے بعد علائے کرام اور انبیاء علیم السلام کی انہوں نے جو حکیمی کی ہے اور میرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ بننے کی کوشش کی ہے اور جو دشمن طرازی کی ہے اس کے اوپر کافی بحث ہو چکی ہے اور اس میں مزید جانے کی ضرورت نہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! میں یہ گزارش کروں گا کہ جب ان لوگوں نے مذہب کے علاوہ معاشرت میں بھی، سوسائٹی میں بھی اپنا ایک الگ خول بنایا، جب وہ ہمارے معاشرے میں مل جل کرنے میں رہنا چاہتے، جب رشتے ناطے ہمارے ساتھ نہیں کرتے، جب وہ ہماری عبادت میں شریک نہیں ہوتے تو پھر ان کا ہمارے مذہب کے ساتھ مسلک رہنے کا کیا مطلب ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! جب انہوں نے اپنا دعالتی نظام الگ کر لیا، جب انہوں نے اپنی مسجد اقصیٰ الگ بنالی، جب انہوں نے اپنی جنت البقیع الگ بنالی، جب انہوں نے اپنا قصر خلافت الگ تعمیر کر لیا تو پھر وہ کہاں کے مسلمان ہیں۔ ان کے فرقے کا پھر ہمارے فرقے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! انہوں نے ایک متوازن گورنمنٹ بھی ربوہ کے اندر قائم کی ہوئی ہے، ربوہ شہر کو انہوں نے closed city بنایا ہوا ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو وہاں کاروبار کرنے کی اجازت نہیں، نہ ملازمت کرنے کی اور نہ جائیداد حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ ان لوگوں نے اپنے طریقے، اپنے عقیدے اور اپنے سیاسی نظریات سے اپنے آپ کو خود ہم سے الگ ایک اقلیت قرار دے لیا ہے۔ اگر ان دونوں فرقوں کے اس اقدام کو ہم ایک آئینی اور قانونی شکل دے دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو گی۔

**Madam Deputy Chairman:** Try to conclude.

چودھری جہانگیر علی: ..... اور قومی اسمبلی اپنے اختیارات سے قطعاً تباہ و نہیں کرے گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! کل چیئرمین صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ اپنی تقریر کے علاوہ فاضل

ممبران کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ یہ تجویز پیش کریں کہ اس کا حل ان کی نظر میں کیا ہے۔ مختلف قراردادیں اس ہاؤس میں پیش ہوئی ہیں۔ کسی قرارداد سے میرا اختلاف نہیں ہے۔ بنیادی اور اصولی طور پر تمام قراردادوں کی روح صرف ایک ہے۔ صرف ان کے فرعات میں یا تفاصیل میں جا کر کچھ تھوڑا سا فرق پڑ جاتا ہے۔ تو میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس قسم کا راستہ اختیار کرنا چاہئے جس سے نبی سازی کی بدعت کا ہمیشہ کیلئے قلع قلع ہو جائے چاہے کوئی قادریاں ہو، چاہے کوئی مرزاںی ہو، چاہے کوئی لاہوری ہو، چاہے کوئی روی بواور چاہے کوئی آنے والا ایسا فریق ہو جو خداخواستہ آنے والے کل کو اپنی ایک الگ نبوت کا اعلان کر دے، تو ان سب بالتوں کا اس ایک فیصلے سے سد باب اور علاج کر دینا چاہئے۔ اگر آج ہم مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو غیر مسلم تلقینی فرقہ قرار دے دیتے ہیں تو اگر کل کو مرزا ناصر احمد نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا تو کیا اس کا یہ مطلب ہو گا کہ پھر ملک میں خون خراہہ ہو گا، پھر یہاں پر بھرانی صورت پیدا ہو گی پھر یہ اسیلی بیٹھنے گی، مہینوں لاکھوں روپیہ اس بات پر صرف کر دے گی اور از سر نواس بات کا جائزہ لے گی کہ کیا آنے والا نبی اور اس کے پیروکار بھی مسلمان ہیں یا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اعتمام جنت کر دینا چاہئے اور اس قسم کی گنجائش نہیں چھوڑنی چاہئے کہ آئندہ آنے والا کوئی فرضی جعلی نبی پر اس قسم کا شوہد دین اسلام میں چھوڑے۔ جناب ڈپنی چیزیں! قادریاں لاہوری اور روپی فرقوں کے لوگ جس قسم کی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اس قسم کی نبوت کے متعلق آخر ضرط ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری امت میں آنے والے سالوں میں اور صدیوں میں کم از کم تیس کذاب جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہوں گے۔

آوازیں: تمیں۔ تمیں۔

چودہ ری جہانگیر علی: تمیں۔ میں تمیں ہی کہہ رہا ہوں۔

محترمہ قائد مقام چیزیں: یہ تو ہو گیا ہے۔

چوہدری جہاں گیر علی: میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ اگر ہم جائزہ لیں تو بھی تک تو پندرہ بھی پیدا نہیں ہوئے، اور اگر آنے والے زمانے میں پندرہ اور کذاب پیدا ہوں تو ہمیں آج ہی ان کا حصی فیصلہ کر دینا چاہئے۔

محترمہ قائم مقام چیئرمین: جی شکر یہ۔

چوہدری جہاں گیر علی: اس لیے میں گزارش کروں گا کہ میں یہ تجویز کرتا ہوں، جیسا کہ کل چیئرمین صاحب نے حکم دیا تھا میں چھ منٹ اور لوں گا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔

محترمہ قائم مقام چیئرمین: ایک گھنٹہ تو ہو گیا ہے۔

چوہدری جہاں گیر علی: میں دستور میں ترمیم کی مندرجہ ذیل تجویز پیش کرتا ہوں:-

"In order to determine the status of Quadianis, Ahmadis and those who are non-believers in the faith of Khatam-i-Nabuwat, the Constitution be amended in the following manner, namely:-

- (1) That in the Third Schedule of the Constitution, in para 1, the words "of any kind" be added at the end of fifth line after the word 'Prophet'."

اور میری اس ترمیم کے بعد اس کا مطلب یہ ہو جائے گا:-

"I,.....do solemnly swear that I am a Muslim and believe in the Unity and Oneness of Almighty Allah, the Books of Allah, the Holy Quran being the last of them, the Prophethood of Muhammad (peace be upon him) as the last of the Prophets and that there can be no Prophet of any kind after him, the Day of Judgment, and all the requirements and teachings of the Holy Quran and Sunnah".

اور اس کے بعد میری دوسری گزارش یہ ہے کہ:-

- (2) In Article 2 of the Constitution of Pakistan, the existing clause may be numbered as clause (1) and the following be added as clause (2):

کلائز نمبر 1 یہ ہے:-

"Islam shall be the State religion of Pakistan."

اس کے بعد پھر یہ کہا جائے:-

"A person who has a faith different from that laid down in the Third Schedule of this Constitution made for the oath of the President and the Prime Minister of Pakistan shall be, considered a non-Muslim, and the rights and obligations of the non-Muslims shall be determined by law."

اور تیسرا بات یہ ہو گئی کہ:-

- (3) In Clause (3) of Article 106 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, in the sixth line, the word "and" be substituted by a comma, and the following be added between the words "Parsi" and "communities", "and other minorities".

ان خیالات کے ساتھ.....

---

[At this stage Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi vacated the Chair which was occupied by Mr. Chairman, (Sahibzada Farooq Ali)]

---

چودھری جہانگیر علی: جناب پیکر! میں جناب چینز میں صاحب کا جنہوں نے کمیٹی کی  
کارروائی کے دوران اس ہاؤس کے ذیکورم کو بہت اچھی طرح سے بھانے کی کوشش کی، اور

جناب ائمہ نے جزء کا جنہوں نے اتنی اچھی طرح سے گواہوں کو اپنی گرفت میں رکھا کہ جو بات وہ بتانا نہیں چاہتے تھے وہ بھی ان سے اگلوں کر چھوڑی، مبارک ہاد پیش کرتا ہوں اور میں آخر میں پھر اپنے اس دعوے کو دھرا تا ہوں کہ یہ فرقہ احمدیت قطعاً مسلمان نہیں ہے۔ اس کی دونوں جماعتوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ اور جیسا کہ میں نے دستور میں تمیم کے مقابل ایک ریزولوشن پیش کیا ہے، اس کو منظور فرمایا جائے اور غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اور ان کی ذمہ داریوں کو، ان کے rights and obligations کو معین کرنے کے لیے ایک الگ مرکزی قانون بنایا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ مولا ناظم فراہم انصاری!

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: جناب والا! مجھے افسوس ہے کہ میرے بہت سے کاغذات کی اور صاحب کے پاس رہ گئے اور میں جس طرح اس کو پیش کرنا چاہتا تھا اس میں تھوڑی دشواری ہو گی۔ تاہم چونکہ سابقہ بیانات اور تقریروں میں بہت سی باتیں کافی حد تک واضح ہو گئی ہیں، خصوصاً جو مشترکہ بیان ہے بہت ت آمیوں کے دلخیل سے، اس میں دینی پہلو اس مسئلے کا میرے نزدیک پوری طرت واضح ہو گیا ہے۔ اگرچہ مجھے مصر و فیت اور طبیعت کی خرابی کے باعث ایک ایک لفظ پڑھنے کا موقع یا اس کے دوالہ جات کو چیک کرنے کا موقع نہیں ملتا، ہم یہ دینی حصہ میں نے دیکھا ہے، میرے خیال میں یہ کافی ہے۔ اب میں اس مسئلے کی نوعیت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

محضنامے میں دونوں طرف سے اس طرح کے سوال کئے گئے ہیں کہ کیا پاکستان کی پیشگوئی اسلامی کو یہ اختیار ہے یا نہیں ہے۔ یہ نہایت اہانت آمیز اور استعمال انگیز سوال ہے، خصوصاً ایسے لوگوں کی طرف سے کہ جن کے نزدیک — میں یہ الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا — لیکن انگریزوں کا ایک خود کاشتہ پودا جو خود اقبالی طور پر انگریزوں کی مجری کرتا ہے، ایک کچھ بھری کا اہم،

اس کو تو یہ اختیار ہے کہ وہ 75 کروڑ آدمیوں کو کافر قرار دے دے، اس کے بینے کو یہ اختیار ہے کہ وہ دنیا کے 75 کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دے دے، اور یہ چھ کروڑ مسلمانان پاکستان کی نمائندہ اسمبلی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے رائے دہنگان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اسے قانونی شکل دے دے۔ میرے پاس، شاید اور تم براں کے پاس بھی بہت سے خطوط ایسے آئے ہوں گے جن میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ آپ اسمبلی کو دینی معاملات میں فیصلہ کرنے کا حق دیتے ہیں کہ کون مسلمان ہے، کون مسلمان نہیں ہے۔ کل وہ کہیں گے سود جائز ہے، نہیں ہے جائز۔ حالانکہ میرے نزدیک مسئلے کی نوعیت یہ نہیں ہے۔ میں بھی اسمبلی کو دارالافتاء کی حیثیت دینے کے لیے تیار نہیں ہوں، اور نہ یہ اسمبلی ایسے ارکان پر مشتمل ہے کہ جنہیں فتویٰ دینے کا مجاز ٹھہرایا جائے۔ لیکن یہاں فتویٰ دینے کی بات نہیں ہے ہمارے فتویٰ دینے نہ دینے سے اس مسئلے پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر آج ہم کہہ دیں ہم آج کہہ دے ہیں کہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا چاہئے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آج تک وہ غیر مسلم نہیں تھے، مسلمان تھے۔ پاکستان کے سارے مسلمان انہیں غیر مسلم سمجھتے رہے۔ وہ ہم کو غیر مسلم سمجھتے رہے۔ اور عالم اسلام جیسے جیسے باخبر ہوتا جا رہا ہے وہ ان کو غیر مسلم سمجھ رہا ہے اور یہ تو پہلے ہی دن سے سب کو غیر مسلم سمجھ رہے تھے۔ بات صرف اتنی ہے کہ عوام جس چیز کو اپنے ایمان کا جزو سمجھتے تھے، حالات نے اس کو اتنی اہمیت دے دی کہ وہ اپنے نمائندوں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کو دستوری اور قانونی شکل دے دی جائے۔ صرف اتنی بات ہے۔ اپنے دستور میں، قرارداد مقاصد میں ہم نے یہ کہا کہ دنیا کی حاکیت صرف اللہ وحدہ کے لیے ہے۔ تو ایسا نہیں ہے کہ ہم نے وہ حاکیت دی ہے، نعوذ باللہ وہ تو تھی ہی۔ لیکن ہم نے ایک نظریاتی مملکت کی حیثیت سے اسے مناسب سمجھا، ضروری سمجھا کہ ہم اس کو اپنے دستور میں بہت ہی نمایاں طور پر جگہ دیں۔ تو ہم یہاں کوئی فتویٰ

دے رہے ہیں، بلکہ ایک مسلمہ اور ثابت شدہ حیثیت جو مسلمانان پاکستان اور مسلمانان عالم کے نزدیک بالکل معین ہے، قطعی ہے، اس کا اس لیے قانونی اور دستوری طور پر اعتراف کرنا ہے اور وہ حالات نے اس لیے ناگزیر کر دیا ہے کہ رفتہ رفتہ پچیدگیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ حالات اس قدر خراب ہو چکے ہیں کہ خود ملک کی سالمیت کو اور اس کے مفادات کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ اس مسئلے کا جو حل عام طور پر اس بادوں میں تمام لوگوں نے اور اس ریزولوشن میں جس میں میرے بھی دستخط ہیں، ہم نے تجویز کیا ہے وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے۔ جیسے یہ مسئلہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے تاریخ میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے، یہاں اس طرح کام مسئلہ اس ماحول میں کبھی عالم اسلام میں پیش نہیں آیا۔ نہیں ہے کہ کذاب نہیں اٹھے۔ وہ تو شروع ہی سے آتے رہے ہیں۔ لیکن ہوا یہ کہ جیسے ہی اس طرح کا کوئی فتنہ نمودار ہوا اسے پہنچنے نہیں دیا گیا۔ یہاں یہ صورت ہوئی کہ مسلمانوں کی عین بیچارگی اور بخوبی کے زمانے میں انگریزوں نے یہ خود کاشتہ پودا لگایا۔ مسلمان اس پر قادر نہیں تھے کہ اس فتنے کو اسی وقت ختم کر سکتے۔ وہ اس کی آبیاری کرتے رہے اور یہ پودا بڑھتا رہا، پھلتا رہا، پھولتا رہا۔ پاکستان بننے کے بعد اس کی مسلسل کوشش رہیں، لیکن چونکہ انگریزوں کے زمانے میں وہ اس حد تک قابو یافتہ ہو چکے تھے، اور پاکستان بننے کے بعد اس مملکت کو شاید ایک دن بھی چین سے رہنا نصیب نہیں ہوا۔ مسائل پر مسائل آتے رہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں نے متعدد بار اسکی کوشش کی۔ اب یہ فتنہ اس طرح فرمایاں، ہو کر ابھر اے کہ بہر حال حل کرنا ہے۔ اس کا منفرد ہونا اس اعتبار سے کہ ویسے تو مسلمیہ کذاب کے وقت سے لے کر اور بڑے بڑے کذا بین جو تھے ان میں پچھلے دور میں بھی، پچھلی صدی میں انہی کے تقریباً ہم عصر وہ میں علی محمد باب اور بہاؤ اللہ بھی ابھرے۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد انہوں نے اتنی دیانتداری کا ثبوت دیا کہ وہ اپنے سارے خدائی کے، پیغمبری کے سارے دعوے کرنے کے بعد انہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہم مسلمان نہیں ہیں۔ ان سے ایک طرح کا جھگڑا ختم ہو گیا۔

ہمارے یہاں یہ صیحت ہے کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کے قلعے میں نقب زنی کی کوشش کی جا رہی ہے اور وہ سلسلہ ہوتی جا رہی ہے۔

تواب و وقت آگیا ہے کہ ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہے۔ اور اس مسئلہ کا حل بھی جو ہم نے تجویز کیا ہے اور ہاؤس کا سنس (sense) بھی یہی معلوم ہوتا ہے، وہ بھی اپنے اندر ایک انفرادیت رکھتا ہے۔ اگر اس میں کوئی غلطی ہے تو وہ فیاضی کی جانب غلطی ہے، رد اداری کی جانب غلطی ہو سکتی ہے۔ کوئی ملت، کوئی قوم، کوئی امت اس کو برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے نبی کا، اسکے پیشووا کا اس طرح سے استخفاف کیا جائے اور اس طرح کی تذلیل کی جائے، نعوذ باللہ تو ہیں کی جائے۔ اور ایک ایسی مملکت جو کروڑوں انسانوں کی قربانی کے بعد حاصل ہوئی ہے اس میں وہ سرگنگ لگاتے رہے، اسکو نیست و نابود کرنے کی فکر کرتے رہے، اور ہم صرف یہ تجویز کریں کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے، جس کا مطالبہ یہ خود کرتے رہے، اور اپنے طرز عمل سے، جیسے بھی میرے پہلے فاضل مقرر نے فرمایا ہے، وہ خود اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کرتے رہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی چیز مشترک نہیں ہے۔ لیکن پھر کیوں یہ یہاں حیثیت سے ایک یونٹ ہمارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ اس کی ایک توضیح علامہ اقبال نے اپنے معمر کتاب اللار مضمون میں یہ کہی کہ ابھی ان کی تعداد اتنی نہیں ہے کہ یہ اپنے عزائم کو پورا کر سکیں۔ یہ 1934ء کی بات ہے۔ ابھی ان کی اتنی تعداد نہیں کہ یہ اسی میں ایک سیٹ حاصل کر سکیں۔ اس لیے یہ اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور اس دوران میں رفتہ رفتہ — انگریز کا مفاد تو تھا ہی کہ عالم اسلام کو پارہ پارہ کیا جائے۔ جیسے جیسے ہندوستان کی آزادی کی تحریک آگے بڑھتی گئی اور ہندوؤں اور مسلمانوں کی آوریش سامنے آتی گئی، ہندوؤں کا مفاد بھی اسی سے وابستہ ہو گیا کہ مسلمانوں کا ذہن اس مرکزیت کی طرف سے ہشادیا جائے اور یہاں جو ایک نیا کعبہ بن رہا ہے، نیا مکہ مدینہ بن رہا ہے، اس پر مرکوز کر دی جائے مسلمانوں کی نظر، تاکہ عرب سے، عالم اسلام سے، مکہ مدینہ سے، پوری

برادری سے ان کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ چنانچہ جیسا کہ اس متفقہ جواب میں ذکر شکر داس کا مضمون شائع ہوا ہے، اور اس کو میں وھر انہیں چاہتا، لیکن اسکا حاصل یہ ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کے دور میں وہ لکھا گیا تھا کہ یہاں مسلمانوں کو تمیک کرنے کی ایک ہی شکل ہے، اور وہ یہ ہے کہ مرزا سعیت کو فروغ دیا جائے۔ جیسے جیسے اسے فروغ حاصل ہو گا مسلمانوں کے اندر وہ بین الامالی اور بین المللی ذاتی ختم ہوتی جائے گی، اور وہ یہ تصور کرنے لگیں گے کہ ہمارا مکہ مدینہ، ہمارا کعبہ سب کچھ بین ہے، اور اسی رخ پر کام ہوتا رہا۔

اب صورت حال یہ ہے، اور اسکا انہوں نے خود اعتراف کیا ہے، مرزا غلام احمد صاحب نے، اور یہ اقتباسات چونکہ آگئے ہیں اس لیے میں ان کو وھر انہیں چاہتا کہ ہمارے اور غیر احمد یوں کے درمیان، اور غیر احمد یوں سے مراد غیر مسلم ہوتے ہیں، ان کے ہاں کوئی فروغی اختلاف نہیں ہے، بلکہ ہمارا خدا، ہمارا رسول، ہمارا قرآن، ہماری نماز، ہمارا حج، ہر چیز جدا ہے۔ شادی، غنی، کسی چیز میں ہمیں شرکت نہیں کرنی ہے۔ یہ اقتباسات چونکہ بہت سے دوستوں کی تقریروں اور بیانات میں بھی آگئے ہیں اور سوال و جواب کے دوران میں بھی آگئے ہیں اس لیے میں ان اقتباسات کو نہیں پڑھتا۔ تو یہ صورت چل رہی ہے۔ یہاں تک کہ قرآن کریم کے بارے میں اللہ کا تصور تو ہر حال ہمارے ہاں جو ہے اس کے ہوتے ہوئے نہ کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں میں خدا ہو گیا اور میں نے قضا و قدر کے احکام پر مستخط کر دیے، یا یہ کہ خدا مجھ سے ہے، میں خدا سے ہوں، میں خدا کا پیٹا ہوں، وغیرہ وغیرہ۔ بہت سی چیزیں ہیں۔ رسول کا جہاں تک تعلق ہے یہ اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم ہوا، وہی منقطع ہو گئی، جبراہیل کا آنا ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ لیکن ان کے نزدیک جو رسول کا تصور ہے وہ ان تمام سوال و جواب کے دوران آچکا ہے اور اس کا کوئی تعلق نہیں ہے مسلمانوں کے تصور نبی اور تصور رسول سے۔ جہاں تک خدا کا تصور ہے سارے مذاہب اس میں مشترک ہیں۔ لیکن امت کی تشكیل ہوتی ہے نبی

کے گرد۔ جتنے بھی ہیں اتنی امتیں ہیں۔ لہذا مسلمانوں کی الگ امت ہے۔ مرزا غلام احمد کی ایک الگ امت ہے اور ایک عرصہ تک وہ اسے چھیاتے رہے۔ لیکن پھر انہوں نے اس کا اپنی تحریروں میں اظہار بھی شروع کر دیا کہ جو شخص اپنی امت کو کچھ قوانین دے، آوامر و نواہی دے، تو کئی اقتباسات ایسے ہیں جو اس میں شامل ہو چکے ہیں جس میں انہوں نے اپنے آپ کو ایک الگ امت قرار دیا۔

اس طرح مسلک اور مکتب فرقہ کا اختلاف تو مسلمان امت میں ہے۔ لیکن جہاں تک دین کا تعلق ہے دین سب کے نزدیک ایک ہے اور وہ اسلام ہے۔ اور قرآن کریم کی آیت کی رو سے (عربی) اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین جو ہے وہ اسلام ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ ہے کہ جو وہ دین لے کر آئے ہیں "دین" کا لفظ استعمال کیا — جو دین وہ لے کر آئے ہیں، اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ اسکو فروغ دے گا۔ اس طرح قرآن کریم کے متعلق، دین کے متعلق، ان کا اقتباس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آخری صداقت کو قادیان کے ویرانے میں نمودار کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو فارسی لشی ہیں اس اہم کام کی لیے منتخب فرمایا۔ میں تیرے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ زور آور حملہ آوروں سے تیری تائید کراؤں گا۔ اور جو دین تو لے کر آیا ہے اسے تمام دیگر ادیان پر بذریعہ دلائل غالب کروں گا۔ اور اس کا غلبہ دنیا کے آخریک قائم رکھوں گا۔ یہ تو دین ہے۔ پھر آگے فرماتے ہیں: پہلا مسیح صرف مسیح تھا۔ اس لیے اس کی امت گمراہ ہو گئی اور موسوی سلطے کا خاتمہ ہوا۔ اگر میں بھی صرف مسیح ہوتا تو ایسا ہی ہوتا۔ لیکن میں مہدی اور محمد ﷺ کا بروز بھی ہوں۔ اس لیے میری امت کے دو حصے ہوں گے۔ ایک وہ جو مسیحیت کا رنگ اختیار کریں گے وہ تباہ ہو جائیں گے اور دوسرے وہ جو مہدوی رنگ اختیار کریں گے۔ تو گویا اس طرح کئی جگہ اپنے آپ کو ایک الگ امت قرار دیا ہے۔ ایک الگ دین،

ایک الگ امت، خدا کا الگ تصور، رسول کا الگ تصور۔ قرآن کے بارے میں ان کے صاحبزادے جانشین میاں بشیر محمود صاحب فرماتے ہیں کہ نبی شرعی ہو یا غیر شرعی ایک ہی مقام پر ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو غیر شرعی کہتے ہیں تو اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ وہ کوئی نیا حکم نہیں لایا۔ درنہ کوئی نبی ہوا ہی نہیں سکتا جو شریعت نہ لائے۔ ہاں بعض نبی شریعت لاتے ہیں اور بعض پہلی شریعت کو ہی دوبارہ لاتے۔ ہیں اور شرعی نبی کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے کلام لائے۔ اور رسول اللہ ﷺ تشریعی نبی ہیں جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ قرآن پہلے لائے۔ اور حضرت سعیج موعود غیر تشریعی نبی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے — س کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ پہلے قرآن نہیں لائے۔ درنہ قرآن تو آپ بھی لائے۔ اگر نہ لائے تھے تو خدا تعالیٰ نے کیوں کہا کہ اسے قرآن دے کر کھڑا کیا۔

اس کے بعد ان پر جو دوی آتی تھی اسے ان کے پیروں نے کتاب الحبیبین کے نام سے مددون کیا۔ جیسے کہ قرآنی آیات جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتی تھیں اسکے مجموعے کا نام قرآن ہوا، اسی طرح سے جو آیات مرزا غلام احمد صاحب کے اوپر نازل ہوتی تھیں ان کے مجموعے کا نام کتاب الحبیبین ہوا۔ اب قرآن کے بعد حدیث کا درجہ ہے۔ حدیث کا درجہ ہمارے تمام مسلمانوں کے نزدیک یہ ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، سب سے زیادہ قوی جست، سب سے زیادہ معتبر چیز حدیث ہے۔ مرزا غلام احمد کے نزدیک حدیث کا تصور یہ ہے: جو حدیث انکی وحی سے نہ نکرانی ہو اسکو چاہیں تو وہ لے لیں اور اسکو صحیح قرار دے دیں اور جو ان کو نہ پسند ہو تو اسے روی کی ٹوکری میں پھینک دیں۔ یہ ان کے الفاظ ہیں۔ یہ اقتباس میرے خیال میں آچکا ہے۔ اس لیے میں اسے طوالت نہیں دینا چاہتا۔ وحی کے متعلق یہ صورت ہے دونوں جماعتیں قادیانیوں کی برابر مرزا صاحب پر جو کچھ بھی نازل ہوتا رہا اسے وحی کہتی رہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے

کوئی رسول اللہ ﷺ پر فتح ہو گئی ہے۔ وہی ایک اصطلاحی لفظ ہے جسکے انگریزی ڈاکشنریوں میں بھی معنے مل جاتے ہیں، عربی میں بھی مل جاتے ہیں، اور وہ یہی ہے کہ اللہ کا وہ کلام جو وہ اپنے نبیوں پر نازل کرتا ہے۔ تو وہی کا تصور بھی ہمارا اور ان کا مختلف ہے۔ صحابہ کی تعریف ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جن لوگوں نے حالت ایمان میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ ان کے نزدیک یہ ہے کہ وہ لوگ، اور وہ لوگ جنہوں نے مرزا غلام احمد کو دیکھا، ہم ام المؤمنین صرف آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو کہتے ہیں۔ وہ مرزا غلام احمد کی بیویوں کو بھی ام المؤمنین کہتے ہیں، جو ایک دل آزار قسم کی اہانت ہے مسلمانوں کے لیے جسکو برداشت کرنا مشکل ہے۔ اس کے بعد ہمارے عام مسلمانوں میں مسیح کا تصور اور ہے، مہدی کا تصور اور ہے۔ یہ دونوں الگ شخصیتیں ہیں۔ حضرت مسیح کے نزول کے وقت امام مہدی جو امت محمدی میں سے ہوں گے وہ پہلے نماز کی امامت کریں گے۔ لیکن یہاں انہوں نے دونوں ہتھیوں کو کجا کر لیا ہے۔ اور یہ اتنے ڈاٹنے بایوں سے مل جاتے ہیں۔ علی محمد باب نے بھی یہ دعویٰ کیا تھا کہ مجھ سے پہلے آنحضرت ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ الگ شخصیتیں تھیں، میں ان دونوں کا جامع ہوں۔ تو اسی طرح سے یہ ہے۔ خیر، یہ تو سارے پیغمبروں کی حیثیات کا جامع ہیں اور رفتہ رفتہ پھر خود رسول اللہ ﷺ کے بروز بن کر کے اٹھے اس طرح اصحاب صفوہ ہمارے ہاں مستقل اصطلاح ہے اور رسول اللہ ﷺ کے وہ جان ثار ساتھی جوشب و روز دین کی تبلیغ کے لیے اپنے پیٹ پر پھر باندھ کر اور بھوکے پیاسے رہ کر دین کی خدمت کے لیے آپ کے پاس حاضر رہتے تھے۔ ان کے ہاں اصحاب صفوہ ہیں جو اسوقت قادیانی میں مقیم ہیں۔ حج کے متعلق کافی کچھ آپ کہا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ نے قادیانی کو اس کام کے لیے مقرر کیا ہے۔ وہاں ظلی حج ہوتا رہے گا۔ درود کے متعلق سوال و جواب کے دوران میں نے رسالے کی فوٹو شیٹ کا لی شاہی۔ اس پر انہوں نے انکار کیا۔ بہر حال یہ وہی درود

نہیں ہے بلکہ ابھی مرزا غلام احمد کی "المبشرات" کے نام سے جو شائع ہوئی ہے اس میں بھی اور دوسرے بیانوں میں بھی وہ درود و اس طرح ہے:

(عربی)

بہر حال یہ انکا درود ہے۔

پختن کے متعلق بھی جو مسلمانوں کا تصور ہے وہ اس روز آچکا ہے۔ یہ بھی نہایت دل آزار اور اہانت آمیز تصور ہے جو انہوں نے تصور قائم کیا ہے۔ پختن کا تصور جو مسلمانوں میں ہے وہ حضور اکرم ﷺ اور ان کے اہل بیت پر مشتمل ہیں۔ انہوں نے یہاں مرزا غلام احمد اور ان کے خاندان والوں کو مشتمل کیا ہے۔ اس طرح ایک ایک چیز میں اپنے آپ کو چھوٹی چھوٹی چیزوں میں بھی ۔۔۔ ہمارے نزدیک مسجد اقصیٰ وہ ہے جو دمشق میں ہے ان کے نزدیک مسجد اقصیٰ یہاں آگئی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ مقام کے جہاں آدمی داخل ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن کا وعدہ ہے وہ مکہ مکرمہ میں ہے۔ ان کے نزدیک وہ چوبارہ ہے جہاں مرزا غلام احمد بیٹھ کر کے فکر کیا کرتے تھے اور تحریر کیا کرتے تھے۔ یعنی کہیں اُنکے اور ہمارے ڈاٹے کسی تصور میں نہیں ملتے، نہ معاشرت میں، نہ معاشرت میں، نہ عقائد میں، نہ دین کے تصور میں۔ یہ سب انہیں کی طرف سے ہوتا رہا۔ مختصر یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں نبوت کا ایک متوازی یکپ قائم کیا ہے۔ یکپ کی حفاظت اور اس کے فروغ کی ذمہ داری انگریزوں نے لی اور وہ اس طرح کرتے رہے۔ ہمارے ہاں بہت سے لوگوں کے اندر بغیر مسلکے کو سوچے ہوئے، اسکا مطالعہ کیے بغیر، بغیر متعلقہ مواد کے پڑھئے ہوئے ایک تصور ذہین پر یہ غالب رہا کہ یہ فرقہ وارانہ بات ہے۔ یہ بات فرقہ وارانہ نہیں ہے۔ یہ دو الگ الگ مذہب، دو الگ الگ دین، دو الگ الگ امتیں، دو الگ الگ تمدنوں کی جن میں کہیں کوئی مہاصلت سوائے اس کے نہیں پائی جاتی کہ اسلام

کالبادہ انہوں نے اوزھلیا ہے۔ اگر یہ نہ اوزھتے تو لوگوں کو دھوکہ نہ دے سکتے تھے۔

اس ضمن میں میں یہ عرض بھی کر دوں کہ وہ دوسری شاخ جوانگی پھوٹی، وہ ظاہر ہے کہ گدی نشینی کے چھڑے پر پھوٹی۔ جیسے علامہ اقبال نے کہا ہے کہ خواہ مصلحتیا جس بنا پر کیا ہو، انہوں نے ذرا اسکار گنگہ ہلکا کر دیا اور گہرائیابی کی بجائے ذرا گلابی رنگ کر دیا، تاکہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں آسانی ہو۔ ایک شخص کو مسلمانوں ایک شخص کے نام، اس کے کارنامے کو کسی نہ کسی درجے میں مقبول کرایا جائے۔ اس کے بعد پھر فضایا تیار ہوتی رہی۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں میں مرزا غلام احمد کی ساری تحریریں، حکیم نور الدین کی ساری تحریریں اس بات کے لیے ایک کھلا ہوا شہوت ہیں۔ یعنی دنیا میں کوئی فاتر اعقل ہو گا جو اس سے انکار کرے گا کہ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا مگر اتنی تحریریں ہیں کہ کسی تاویل اور کسی تشویش سے بھی اس سے صفر نہیں ہے۔ بعض وقت مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے انہوں نے یہ لکھا — شاید یہ چیز quote بھی کی ہے، محضر نامہ میں بھی اور اپنے جواب میں بھی — مرزا صاحب نے یہ لکھ کر دیا تھا: اگر لوگوں کو نبی کے لفظ سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو جہاں جہاں میں نے نبی لکھا ہے اسکو کاٹ کر حدث ہنا دیا جائے۔ یہ تحریر ہے انکی۔ اسی کے تھوڑے دن کے بعد ایک اور تحریر ملتی ہے اور وہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے وقت کفار مکہ نے کہا کہ ہم تو رسول اللہ ﷺ کو رسول نہیں مانتے۔ حضور ﷺ کے یہ جو نام کے ساتھ رسول اللہ ہے یہ کاٹ دیا جائے۔ خیر، اس پر صحابہ کو غصہ آیا۔ لیکن حضور نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا۔ تو یہاں سے مثال یہی جاتی ہے کہ آپ نے اگر اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا ہے تو اسکا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ آپ کی رسالت ختم ہو گی، وہ حقیقت اپنی جگہ ہے۔ یعنی اگر کوئی حدث ہو اور نبی کا لفظ کاٹ دے، انکے کہنے کے مطابق، تو بھی انکی نبوت باقی رہے گی۔

تو یہ جعل و فریب کا ایک ایسا جال ہے کہ جس سے ایک ایسا غیر طبعی مادہ ملت کے جسم کے اندر اسی 80، نوے 90 سال سے پورش پار ہے جسکی وجہ سے اس ملت کو جیں نصیب نہیں ہوا۔ اور اب اس کے پنجے باہر بھی بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ کسی حکومت کو، کسی اسلامی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ زبردستی کسی کامنہ ہب تبدیل کرائے۔ یہ باہر کے لیے پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے نہایت مکروہ اور گھناً و ناپراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے یعنی کہیں یہ بات نہیں آئی کہ جبراً ان کامنہ ہب بدل دیا جائے، انکے عقائد بدل دیئے جائیں۔ اس سے زیادہ فیاضی اور روا دارانہ بات کیا ہو سکتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تمہارے جو معتقدات ہیں تم ان کی رو سے مسلمان نہیں ہو۔ اگر تم مسلمان ہو تو ہم مسلمان نہیں ہیں۔ اگر ہم اپنے آپ کو دستور میں یہ لکھ دیں کہ ہم سب کافر ہیں یا پھر ان کے لیے لکھنا ہوگا۔ اس میں تبدیلی مذہب کا سوال ہی نہیں ہے۔ بلکہ دو الگ الگ انتیں ہیں، انکا تعین کرنا ہے۔ یہ صرف پاکستان کو بدنام کرنے کیلئے دنیا میں پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ قرآن کی آیت پیش کی جاتی ہے:-

### لا اکرہ فی الدین

کون جبر کر رہا ہے؟ اس سے زیادہ فضول قسم کا عقیدہ بھی کوئی رکھتا ہے؟ باقی مملکت پاکستان کا معاملہ ہے۔ ہر مملکت کو اپنی جغرافیائی حدود کے تحفظ کا پورا پورا حق حاصل ہوتا ہے۔ ہماری مملکت ایک نظریاتی مملکت ہے۔ ہمارا یہ حق ہی نہیں بلکہ فرض ہو جاتا ہے کہ اپنی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کریں۔ اگر اس فرض میں کوئی کوتاہی کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ملک کیسا تھوڑی غداری کرتا ہے۔ لہذا اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت اسکا نہ صرف اختیار ہے بلکہ یہ بنیادی فرائض میں ہے۔ اگر کوتاہی کرے تو وہ اپنے فرائض سے غداری بر ترہا ہے۔ اب انکا کہنا یہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے سلسلے میں مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کی

انہوں نے بڑی بھی چوڑی فہرست دی۔ میں نے نوٹ کی تھی۔ 1893ء سے لیکر قیام پاکستان تک اور اسکے بعد تک مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کے لیے نہ صرف مسلمانوں کیماتح شریک رہے بلکہ دوسرے مسلمانوں کو اس پر ابھارتے رہے۔ یہ بنیادی طور پر بڑی غلط بیانی ہے۔ شاید اسی طرح کی غلط بیانی انہوں نے اپنی آبادی کے متعلق کی ہے، جو سوال و جواب میں پوری طرح واضح ہو چکی ہے۔

ان کا دور، 1839-1840ء کی پیدائش ہے۔ غدر کے زمانے میں یہ تقریباً جوان ہونے لگے یا جگ آزادی کے ہنگاموں کے زمانوں میں جوان ہونے لگے۔ اس کے بعد کے جو کارناٹے ہیں وہ خود اگلی کتابوں سے روشن ہیں۔ اسکے بعد جب انہوں نے ہوش سنبھالا تو کچھری میں ملازمت کر لی پھر کوئی اعلیٰ خدمت پر رہوئی۔ وہاں سے استعفیٰ دیکر آگئے اور عیسائیوں اور ہندوؤں کے خلاف مناظرے شروع ہو گئے۔ یہ انہوں نے کیوں کیا؟ اس سلسلے میں ان کی کتابوں سے اقتباس سوال و جواب میں آچکے ہیں۔ اوہ وہ میں نہیں دھراوں گا چونکہ جہاد کو حرام کرنا ہے اس لیے ایسی کتابیں لکھی جائیں کہ مسلمانوں کا اشتغال ختم ہوا اور ان کا ہی خواہ بن کر اپنے مقاصد حاصل کیے جائیں اور ان کے دل سے جہاد کا مسئلہ نکلا جائے۔ پھر انہوں نے اس جسارت سے کام لیا کہ سوال و جواب کے دوران انہوں نے کہا کہ یہ زمانہ تھا کہ نہ مسلمان علماء نے جہاد کا فتویٰ دیا نہ کسی مسلمان عالم نے جہاد کیا۔ یہ ایک ایسی غلط بیانی ہے جس پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک فتوے کا تعلق ہے، انگریزوں کے تسلط کے بعد سے اسی طرح کے فتوے بار بار علماء کی طرف سے آتے رہے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ مسائل بعض بعض دفعہ نزاعی رہے ہیں۔ کہاب حالات و شرائط جہاد ہیں یا نہیں ہیں اس میں رائیوں کا اختلاف ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ نہیں شرائط پوری نہیں ہو سیں، بعض نے کہا کہ لڑائی کا وقت ہے، بعض نے کہا کہ وقت لڑائی کا نہیں ہے۔

ایسے لوگوں کی تعداد بھی کم تھی ان کی پیدائش کے زمانے میں جوانی کے زمانے میں بھی، ان کی وفات تک مسلسل جہاد ہوتا رہا۔ ان کی وفات کے بعد بھی جہاد جاری رہا۔ ان علماء کی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے جہاد کیا اور جن کو کالاپانی بھیج دیا گیا۔ میں آپ کی اجازت سے چند نام پیش کرنا چاہتا ہوں۔

**Mr. Chairman:** Short break for ten minutes: we will meet at 12.15 p.m.

*[The special committee adjourned for ten minutes to reassemble at 12.15 p.m.]*

*[The special committee re-assembled after short break,  
Mr. Speaker (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.]*

جناب چیئرمین: مولانا محمد ظفر احمد انصاری!

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: جناب والا! قبل اس کے کہ میں اپنی گزارشات شروع کروں، آپ سے ایک درخواست یہ ہے کہ مجھے یہ ذر معلوم ہو رہا ہے کہ میری بات بالکل ہی ناکمل رہے گی۔ میں بہت مختصر کر رہا ہوں کہ آپ گھنٹی بجا دیں گے اور قصہ ختم ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین: میں نے ابھی تک گھنٹی تو نہیں بجائی۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: اگر آپ کوئی ایسی صورت کر سکیں کہ مجھے جس دن اتنا رنی جز لے صاحب تقریر کریں گے اس روز کوئی آدھ گھنٹہ آپ دے دیں، ورنہ بات بالکل ناکمل رہ جائے گی۔ اس وقت بھی زیادہ ربط تو نہیں ہو سکتا۔

جناب چیئرمین: تھیک ہے اتنا رنی جز لے صاحب نے پرسوں اپنے arguments sum up کرنے ہیں۔ اس کے بعد اگر آپ مناسب سمجھیں کہ کوئی چیز رہ گئی ہے تو it is open for

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: the members, they can again speak

تو ٹھیک ہے، اثارنی جزل صاحب کے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: ان سے گفتگو کر لیں، اگر وہ تھوڑا سا وقت پہلے دے دیں تو

ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، آج اثارنی جزل صاحب آ جائیں گے، آپ ان سے کل

consult کر لیں۔ تو پانچ تاریخ کو سہی۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کتنا غلط دعویٰ کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ آج اندازا کرنی دیر لیں گے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: ایک گھنٹہ تو دے دیجئے۔

جناب چیئرمین: ایک گھنٹہ۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: مطلب یہ ہے کہ یا تو پھر یہ اجازت ہو کہ میں تحریری طور پر

..... اے

جناب چیئرمین: تحریری طور پر بھی آپ دے دیں وہ اگر آپ کل دے دیں گے تو وہ ہم

سائیکلوٹائل کر کے ممبروں میں سرکولیٹ کر دیں گے۔

جناب محمد حنفی خان: اگر یہ تحریری طور پر دے دیں تو ان کی وہ تحریر ایک تو علم پر منی ہو گی،

دوسرے ہم بھی جن کا علم کوتاہ ہے، کم ہے، دو، چار جملے کہنے کے قابل ہو جائیں گے۔

**Mr. Chairman:** He was almost neck deep in it; he know this subject much more than any body else.

جناب محمد حنفی خان: میں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ جس طرح آپ نے اتفاق کرتے

ہوئے کہا ہے کہ اگر آپ تحریری طور پر دے دیں تو وہ لوگ جن کا علم اس مسئلے میں کم ہے وہ بھی وہ

پڑھکر اپنے کچھ views اس کی تائید میں کہہ دیں گے تو زیادہ بہتر ہو گا۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: تو اس میں تو کچھ وقت لگے گا۔

جناب چیئرمین: پانچ نارخ تک دے دیں۔ اگر آپ ہمیں کل دے دیں تو ہم پرسوں

سائیکلوٹائل کے ممبروں میں چھ کی صبح تو تقسیم کر دیں گے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: جتنا میں کہہ سکوں گا کہہ دوں گا، اور اس کے بعد جو رہ جائیگا وہ

تحریری طور پر دے دوں گا۔

**Mr. Chairman:** Prince (Mian Gul Aurangzeb), I would like to have your views also after the Maulana has finished.

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: تو اس کی معدودت کرتے ہوئے کہ شاید اب میری تقریر میں

بہت بڑیں رہیں گا، کوشش کروں گا کہ جو زیادہ اہم چیزیں ہیں وہ آجائیں۔

تو علماء کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ یہ وہ دور تھا کہ علماء نہ جہاد کا فتویٰ دیتے تھے اور نہ

علماء جہاد کرتے تھے، اور یہی روشن انہوں نے اختیار کی۔ میں اس میں صرف چند مثالیں دوں گا

آپ کو 1857ء میں مسلمانوں پر جو افتاد پڑی اور جس طرح مسلمانوں کی سیاسی قوت پارہ پارہ

ہوئی اور اس کے جو یاں اور محرومی کی کیفیت پیدا ہوئی، اس کے باوجود دایسے جاندار لوگ موجود

تھے جنہوں نے جہاد کا سلسلہ مسلسل جاری رکھا، فتوے دیتے رہے اور بنگال سے لیکر، آسام سے

لے کر صوبہ سرحد اور قبائلی علاقوں کی آخری حدود تک کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں یہ کام نہ ہو رہا

ہو، اور انہوں نے نہایت ہوشیاری سے اس کام کو کیا۔ اس زمانے میں انگریزوں نے نیل کے

کار خانے قائم کیے تھے۔ ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ جہاد کا قصہ ہی ختم ہو گیا تھا۔ اس زمانے میں

مسلمانوں نہایت ہوشیاری سے انگریزوں کو یہ یقین دلایا کہ جہاد جو ہے وہ اسی طرح ہمارا ایک

فریضہ ہے جس طرح روزہ، نماز، جمعہ پڑھنا، وغیرہ، وغیرہ۔ لہذا جہاد کے لیے ہمیں سرکاری طور پر چھٹی دی جایا کرے۔ تو نیل کے کارخانوں سے انہیں چھٹی ملتی تھی اور وہ اس وقت سکھوں سے جہاد کر رہے تھے۔ پیش نظر یہ تھا کہ ایک علاقہ قبضے میں آجائے۔ اور اپنام تحریر یہ شائع ہو گئی ہیں، وہ خطوط اس زمانے کے شائع ہو گئے ہیں جس سے پوری طرح یہ بات ثابت ہے کہ حضرت سید احمد شہید، اور دوسرے علماء، ان کا پروگرام یہ تھا کہ پہلے اس علاقے کو جو مسلم اکثریت کا علاقہ تھا، اس میں مسلم حکومت قائم کر لیں، تو پھر انگریزوں سے نہیں گے۔ تو انگریز انہیں نیل کے کارخانوں سے چھٹی دیا کرتے تھے۔ گویا جہاد کے قصے کو عوام تک پہنچادیا تھا نہ کہ یہ کہا جا رہا ہے کہ اس زمانے میں جہاد کا نام نہیں لیا جا رہا تھا۔ اس میں ہر مکتب خیال کے علماء تھے۔ جس زمانے میں مرا نغلام احمد، بقول اپنے، بھری کے فرانک انجام دے رہے تھے وہ زمانہ تھا کہ حضرت سید احمد صاحب شہید کے ماتنے والے پیر و کار منتشر ہو گئے تھے۔ انہوں نے پہنچ میں پھر ان پر مرکز بنایا تھا۔ مسلسل مقدمات چلتے رہے، ایذا میں دی جاتی رہیں، یہاں تک کہ آخر میں صادق پور کا پورے کا پورا محلہ جو کہ ان کی حوالی میں تھا، اسے گروا کر وہاں ہل چلوائے گئے تاکہ بہت سے زمانوں تک یہاں کسی بستی کا نام و نشان نہ رہے۔ جو لوگ تھے ان کو یا تو پھانسیاں دی گئیں یا کالے پانی بھیج دیا گیا۔ ان کے خاندان اور افراد کے نام برٹش گورنمنٹ کے ریکارڈ میں قیام پاکستان تک لکھے جاتے تھے، ان کی اولاد در اولاد کے نام۔ اس طرح وہی زمانہ تھا جب مولانا فضل حق، مولانا خیر آبادی صاحب، مفتی صدر الدین صاحب، مولانا عنایت احمد صاحب رام پوری، ان تمام کے فتاویٰ شائع شدہ موجود ہیں۔ سرحد میں مولانا عبد القفور اخوند، انہوں نے جہاد کا اعلان کیا۔ اس کے بعد مولانا عبد اللہ ان کی جگہ آئے۔ ان کا 1902ء میں انتقال ہوا۔ پھر مولانا عبدالکریم، 1915ء تک وہ رہے ہیں۔ اس کے بعد مولانا عبد الرحیم، استھنا تھا نہ کہ اس کے بعد مولانا عبد الرحیم، استھنا تھا اور چر کند

وغیرہ میں ان کے مراکز قائم ہے اور بار اگر یزوں سے نمبر آزمائہوتے رہے۔ بنگالی حاجی شریعت اللہ تھی میر، یہ نام ابنک وہاں کے بچوں کی زبان پر جاری ہیں۔ ریشمی رومال کا قصہ، ترکون سے مل کر ہندوستان کو اگر یزوں کی لhunt سے پاک کرنے کا قصہ، وہ مولانا عبد اللہ سندھی صاحب، شیخ الہند محمود الحسن صاحب، سب لوگ اس فہرست میں آتے ہیں۔ یعنی پورا دور ایسا ہے کہ کسی میں جہاد نہ کرنے کی کمی نہیں ہے۔ اور مرزا صاحب یہ کہتے تھے۔ انہوں نے مجری میں ایک پہچان بنا لی تھی کہ جو لوگ یہاں دارالحرب یعنی اگر یزوں کے خلاف لا ائی کرنا چاہتے ہیں، جہاد کرنا چاہتے ہیں، وہ جمعہ اور عیدین کی نماز کو جائز نہیں سمجھتے۔ لیکن پڑھ لگاتے تھے کہ کون کون سے علماء ہیں، کون کون سے لوگ ہیں جو جمعہ کو حرب ہونے کی وجہ سے نہیں پڑھتے۔ اس طرح وہ ان کی مجری کا کام کرتے تھے۔ چونکہ وہاں پر پہلے نہیں آیا، میں اسکا اقتباں پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ یعنی کسی معاشرے میں یہ تصویر نہیں کیا جاتا کہ اس معاشرے میں کوئی شریعت انسان اس حالت میں جب کہ قوم غیروں کے ہے جو استھان میں گرفتار ہو تو کوئی شخص مجری کرے اور قوم میں اس کا کوئی وقار ہو۔ نہ کہ مجدد، مصلح، پیغمبر، خدا، جانے کیا کیا کہا گیا۔

اب یہ تبلیغ رسالت جلد 5، صفحہ 11 سے ایک اقتباں سناتا ہوں۔ یہ مرزا غلام احمد کا بیان

ہے:-

”چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار اگر یز کی خیر خواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو درپرداہ اپنے دلوں میں برش اندیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں۔ لہذا یہ نقشہ اس غرض کے لیے تجویز کیا گیا ہے تاکہ اس میں ان ناقن شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں جو ایسی با غایانہ سرشست کے آدمی ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے مسلمانوں میں ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں جن کے نہایت مخفی ارادے

گورنمنٹ کے برخلاف ہیں۔ اس لیے ہم نے محض گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیرخواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریروں کے نام ضبط کیے جائیں (یعنی ان کے نام ریکارڈ کیے جائیں) جو اپنے عقائد سے مفسد ان حالتوں کو ثابت کرتے ہیں۔ لیکن ہم گورنمنٹ کو با ادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے پولیٹیکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب نہیں کرتی۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ، حکیم مزاج کی طرح ان نقوشوں کو بلکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی۔ ” گویا چیف انفارمر کے فرائض جو صاحب دے رہے تھے یہ ان کا کار نامہ تھا، اور یہ اس وقت جب مسلمانوں کی بڑی تعداد کا لے پانی جا رہی تھی یا پھانسیوں کے تختوں پر ڈال رہے تھے۔

انہوں نے یہ بھی بھی فہرست دی ہے کہ 1893ء سے لیکر قیام پاکستان تک وہ مسلمانوں کے ہر درود دکھ میں نہ صرف شریک رہے بلکہ پیش پیش رہے۔ 1893ء میں مرزا صاحب کی عمر کافی ہو گئی تھی۔ لیکن اسکے متعلق جو کچھ کام رہا وہاں اس میں ان کی شرکت کی بات یہ ہے کہ جو مصیبیں اس ملک میں مسلمانوں پر آئیں، یعنی جہاد کے سلسلے میں وہ اپنی جگہ ہیں یہ خود سوال ہی نہیں تھا، ہم ان کا اس میں کام صرف مجری کرنا تھا، یا انگریزوں کو سپاہی مہیا کرنا تھا۔ لیکن اسکے علاوہ جو تعمیری کام ہوا، مثلاً علی گڑھ قائم ہوا، دوسرے مدارس قائم ہوئے، انہم جماعت اسلام لاہور قائم ہوئی، اسکے متعلق مجھے مجبوراً اقتباس سے گریز کرنا پڑے گا۔ اس میں انہوں نے کہا کہ سر سید نے بڑی بجان توڑ کوشش کی اور کہا کہ ایک روپیہ دے دو چندہ۔ انہوں نے کہا کہ، یہ نہیں ہو سکتا۔ مرزا شیر الدین نے لکھا ہے کہ آپ کیوں..... یعنی اس میں انہوں نے لکھا، اپنی جماعت کے لوگوں کو کہا کہ آپ دوسروں میں کیوں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ مرزا صاحب کا ہمیشہ یہی

معمول رہا ہے کہ وہ لوگ کسی نام سے آئیں، نہ کسی دوسری انجمن کے ممبر بنیں۔

خواجہ جمال محمد کوئی: جناب چیزیر میں! انصاری صاحب بار بار مرزا کو مرزا صاحب کے کے نام سے پکار رہے ہیں۔ اس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ ان کو مرزا صاحب کے نام سے نہ پکارا جائے۔

جناب چیزیر میں: جب آپ کی باری آئے تو آپ جیسے چاہیں پکاریں۔

خواجہ جمال محمد کوئی: جناب اس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ وہ ولاد الحرام ہے، اسکو اس نام سے پکارا جائے۔

جناب چیزیر میں: کسی کی تقریر میں آپ کوئی رائے نہیں دے سکتے۔ لیں، انصاری

صاحب!

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: چنانچہ انہوں نے کسی انجمن میں جو تعمیری کام کر رہی تھی۔ یا

انگریزوں کے خلاف لڑنے، یا جہاد، یہ سب چیزیں اسی ہیں جو مسلمانوں کے اجتماعی مسائل سے متعلقہ ہیں، انہوں نے اس میں دلچسپی نہیں۔

جس زمانے میں مسلمانوں پر مصیبتیں آئیں، ہم ان میں نہایاں مصیبتوں بیسویں صدی کے شروع میں آئی تھیں۔ جنگ طرابلس شروع ہوئی۔ جنگ بلغان شروع ہوئی۔ اس کے بعد ترکوں کے خلاف انگریزوں نے جنگ شروع کی۔ اس عرصے میں مقامی مسجد کان پور میں ایک واقعہ ہوا جس سے پورے ہندوستان میں اشتعال پیدا ہوا اور بہت سے مسلمان اس میں شہید ہوئے۔ پھر خلافت کی جنگ شروع ہوئی۔ پھر جلیانوالہ باغ کا قصہ شروع ہوا جس میں مسلمان اور ہندو سبھی شریک تھے۔ ترکوں کی سلطنت کو ثتم کیا گیا، اسپر قادیان میں چراغاں ہوا، اور یہ انہیانی جارت کے ساتھ غلط بیانی کی گئی کہ سارے مسلمان چراغاں کر رہے تھے، ہم نے بھی چند دیئے

روشن کر دیئے۔ یہ ایک ایسی دروغ بیانی ہے، میں اسے کیا کھوں۔ میں اس زمانے میں طالب علم تھا، مگر یہ منظر پوری طرح یاد ہے۔ میں سکول میں پڑھتا تھا۔ یہ میں جانتا ہوں کہ پوری ہڑتال ہوئی۔ جگہ جگہ اتنی گرفتاریاں ہوئیں اس روز، صرف اس بات پر کہ چراغاں کرو، شیرینی تقسیم کرو۔ بہر حال شہر میں ایسے لوگ تھے جو خوشامدی تھے اور ان کی اغراض وابستہ تھیں۔ جگہ جگہ ایسا ہوا بھی ہے۔ لیکن مسلمانوں نے اس روز ہڑتال ہی کی اور اپنے غم و غصہ کا انہما کیا۔

پھر 1922ء میں ترکوں کو۔ یونانیوں کے مقابلے میں سرنسہ میں فتح ہوئی تو مسلمانوں میں سرست کی لہر دوڑ گئی۔ کچھ لوگوں نے انہی کے مریدوں نے کہا کہ ہم بھی چراغاں کریں۔ تو انہوں نے کہا کہ اس موقع پر چراغاں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد دو چیزیں ایسی ہیں جن میں انہوں نے شرکت کی۔ ایک شدھی اور سنگھٹن تحریک جو کہ اس شخص نے شروع کی تھی جس نے آزادی کی جنگ میں برلنیاں مقام حاصل کیا ہے اور مسلمان اس کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ بعد میں وہ جیل میں گیا اور جیل میں جانے کے بعد حکومت نے اس سے کچھ معاملہ طے کیا اور جیل سے نکلنے کے بعد اس نے شدھی کی تحریک (دیاں) شروع کی۔ اسیں یہ ضرور گئے۔ لیکن وہاں کیا تھا؟ وہ ایک بڑی اچھی شکارگاہ تھی جہاں پر یہ اپنی جماعت کیلئے آدمی لے سکتے تھے۔ اسیں یہ بے شک گئے۔

دوسرا بڑا کارناج وہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے کشمیر کمیٹی میں شرکت کی اور کشمیر کمیٹی میں انکی شرکت کا جو حال ہے وہ یہ ہے۔ اسیں علامہ اقبال بھی شامل تھے، اور بھی بہت سے اکابرین تھے۔ اسکے بارے میں "منزلہ کشمیر" مصنفہ ممتاز احمد کا ایک اقتباس آپ کی اجازت سے پیش کرتا ہوں۔

1931ء میں جب ریاست میں تحریک حریت کا آغاز ہوا اور ریاستی مسلمانوں نے سیاسی آزادی کے حصول کیلئے جب با قاعدہ طور پر جدوجہد کا آغاز کیا تھا۔ یہ لفظی کا quotation

— ہے تو حضرت امام جماعت احمدیہ (عربی)۔

جو پہلے ہی مناسب موقع کی انتظار میں تھے، یا کہ یک میدان عمل میں آگئے۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ 25 جولائی کو شملہ آں اندیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ علامہ اقبال بھی اسیں شامل تھے۔ لیکن صدارت مرزا بشیر الدین محمود کے پروردگری گئی۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ کشمیر کمیٹی کا منصوبہ بنانے والے بھی دراصل مرزا صاحب ہی تھے۔ اور جو افراد شملہ میں جمع ہوئے تھے ان میں اکثریت احمدیوں ہی کی تھی۔ کمیٹی کے پیش نظر ہے ابتداء میں یہاں کر دیا گیا ہے، ریاست مسلمانوں کو اپنے جائز حقوق دلاتا اور قید و بند کی صعبوتوں جھیلنے والے مسلمانوں کو قانونی امداد مہیا کرتا تھا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے تمام کشمیری لیڈروں سے براہ راست روابط قائم کیے گئے۔ قادریانی زعماء کو بڑی تعداد میں ریاست میں بھیجا گیا جہاں انہوں نے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور مسلمانوں کی مالی امداد کر کے اپنا ممنون احسان بنانے کی کوشش کی گئی۔ اور اس دوران میں انکڑوں کی تعداد میں مبلغین بھی بھیجے گئے جو ریاست کے پچھے پچھے کا دورہ کر کے قادریانی عقائد کی تبلیغ کرنے لگے۔ اس ریاست میں تحریک آزادی کے مظلومین کی امداد کے لیے اکثر رقوم شیخ محمد عبداللہ کی معرفت دی گئیں۔ چودھری عباس کے مقابلے میں قادریانیوں کی نہام ہمدردیاں شیخ عبداللہ کے ساتھ تھیں اور شیخ صاحب کے جماعت سے تعلقات انتہائی قریب ہو رہے تھے۔ اور لاہور میں اس افسوس ناک افواہ نے کافی تقویت پکڑی کہ شیخ کشمیر شیخ عبداللہ مرازی ہیں۔ پھر شیخ صاحب نے خود لاہور آ کر ایک جلد میں اسکی تردید کی کشمیر کمیٹی اسی طرح کام کرتی رہی۔ لیکن ابھی اسکا دستور نہیں بنا تھا۔ اور اسکے سیاسی مقاصد لوگوں کے سامنے واضح ہونے لگے۔ تو انہوں نے یہ کوشش کی کہ اس کا دستور بن جائے۔ لیکن یہ بات مرزا بشیر الدین کو ناگوار تھی کیونکہ وہ اس میں ڈکٹیٹر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ اور جب دستور بنانے کیلئے اصرار کیا گیا تو مرزا بشیر الدین محمود نے بطور احتجاج کمیٹی کی صدارت سے استغفاری عرضے دیا۔ اور پھر علامہ اقبال کمیٹی کے نئے صدر منتخب ہو گئے۔

لیکن انکا (مرزا بشیر الدین) کا استعفی دینا تھا کہ تمام قادریانی حضرات نے کمیٹی کے کاموں میں وچکپی لینا بند کر دی اور عملہ کمیٹی کا بایکاٹ کر دیا۔ حتیٰ کہ قادریانی وکلاء جو ریاست میں مسلمانوں کے مقدمات لڑ رہے تھے وہ مقدمات اور ہرے چھوڑ کر واپس آگئے۔ اور جب کمیٹی کے کاموں میں تعطل پیدا ہوا تو علامہ اقبال بھی قادریانیوں کے رویہ سے بدول ہو کر صدارت سے مستعفی ہو گئے۔ اور خود اس پر علامہ اقبال کے جو ریمارکس ہیں وہ چند جملے بیان کر دیتا ہوں:-

"Unfortunately there are members in the Committee who recognise no loyalty except to the head of their particular religious sect. This was made clear by a public statement recently made by one of the Ahmadi pleaders who had been conducting the Mirpur cases. He painly admitted that he recognises no Kashmir Committee, and admits that whatever he and his colleagues did was done in obedience to the commands of their religious leader. I confess that I interpreted this statement as a general indication of the Ahmad's attitude of mind of felt doubts about the Kashmir Committee. I do not mean to stigmatise anybody. A man is free to develop any attitude intellectually and spiritually to suit his mind best. Indeed I have every sympathy for a man who needs a spiritual probe and finds one in the shrine of by-gone saint or any living priest. As far as I am aware, there are no differences of opinion among members of the Kashmir Committee regarding the General Committee's policy to the formation of a party on the ground of differences in policy. Nobody can object, but according to my view of the situation the differences in the Kashmir Committee are based on considerations which I believe are utterly irrelevant. I do not believe that a smooth working is possible and feel that in the best interests of all concerned the present Kashmir Committee should cease to exist."

بہرحال انہوں نے یہ حالت پیدا کر دی کہ اگر کشمیر کمیٹی کو قادریانیت کی تبلیغ کے لیے استعمال نہیں کرنے دیا جائے تو پھر اس سے عیشہ ہو جاؤ۔ یہ کشمیر کمیٹی کا حال تھا۔

قیام پاکستان کے سلسلے میں انہوں نے جس احسان کا ذکر کیا ہے اس کے بارے میں یہ صورت ہے کہ علامہ اقبال کے اس مضمون کے بعد جب انکا بھید لوگوں پر کھلنے لگا اور پنجاب میں کیونکہ یہ زیادہ تھے اس لیے پنجاب مسلم لیگ نے یوریزولیوشن پاس کیا کہ کوئی قادریانی مسئلہ ہے۔ کامبئنیٹ ہو سکتا، اور یہ ریزولوشن ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی بار پیش ہوا۔ میں انکی اس وقت کی ذہنیت کے سلسلے میں چند جملے آپ کو ساختا ہوں۔ یہ 16ء کا اخبار افضل ہے ہمیں یاد رہے کہ مسلمانوں کے مصلح دنیا کے ہادی حضرت سعیج موعود مہدی آخر الزمان علیہ السلام یعنی مرزا غلام احمد قادریانی صاحب کے حضور جب مسلم لیگ کا ذکر آیا تو حضور مرزا نے اسکے متعلق ناپسندیدگی ظاہر فرمائی تھی۔ تو کیا ایسا کام ہے خدا کا برگزیدہ مامور ناپسند فرمائے وہ مسلمانوں کے حق میں سازگار با برکت ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ آپ لوگوں کو روکتے رہیں کہ سیاست میں کسی طرح شریک نہ ہوں۔ اور جہاں تک مسلم لیگ کا اعلان ہے۔ یہ پیغام صلح 80ء کا quotation ہے: اب تو مسلم لیگ نے بھی جس کے مجرماً آزاد خیال اور روادار سمجھے جاتے ہیں اور ہندوستان کی ہنی روح تصور کیے جاتے ہیں، انہوں نے ایک طف نامہ تیار کیا ہے کہ انکی طرف سے اسمبلی کے لیے جو امیدوار کھڑا ہو گا وہ یہ حلف اٹھائے گا کہ اسمبلی میں جا کر احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت منظور کرنے کی کوششیں کرے گا۔ یہ 1936ء کا افضل ہے۔ اب یہ 1937ء کا ہے: اسکے بعد حضور میاں محمود احمد خلیفہ قادریانی ملکی سیاست کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور اس سوال پر رہنمی ڈالی ہے کہ جماعت احمدیہ کو کانگریس میں شرکت کرنی چاہے یا مسلم لیگ میں یہ 37ء کی بات ہے: "حضور نے فرمایا کہ ابھی تک اس بارے میں ہم نے کوئی رائے قائم نہیں کی اور نہ ابھی کوئی دوست رائے قائم کرے۔ بلکہ کانگریس جب علی الاعلان بغیر کسی تعین کے اور بغیر کسی شک و شبہ کے یہ اعلان نہیں کرتی کہ تبلیغ مذہب اور تہذیب مذہب پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں

ہوگی اس وقت تک ہم کا گھر یہیں میں نہیں مل سکتے۔ اور اس طرح مسلم لیگ یہ کہہ چکی ہے کہ کوئی احمدی اس کا ممبر نہیں ہو سکتا۔ پھر کون بے غیرت احمدی ہے جو اسیں شامل ہو، جب تک کہ لیگ صاف طور پر یہ اعلان نہ کر دے کہ احمدی مسلم لیگ کے ممبر ہو سکتے ہیں، مسلمانوں کے حلقوں سے امیدوار کھڑے کر سکتے ہیں۔

اسی طرح بہت سی quotations ہیں۔ لیکن میں اتنے پر تھی اکتفا کرتا ہوں۔ البتہ اس روز انہوں نے ایک فونو شیٹ کا پی 1944ء کے ریزولوشن کی پیش کی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت مولانا عبدالحامد بدیوی مرحوم مغفور نے ایک قرارداد پیش کی تھی۔ کہ احمدیوں کو، مرزا یوں کو، جنہیں تمام امت نے مخفف طور پر کافر قرار دیا ہے، ان کو مسلم لیگ کا ممبر نہیں بننا چاہئے اور انہیں مسلم لیگ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور قائد اعظم نے ان سے کہہ کر واپس کر دادی۔ یہ کنسل کا وہ اجلاس ہے جس میں شریک ہونے والے بہت سے لوگ ابھی ہوں گے۔ اور میں اس وقت اسکا اسٹیٹ میکر ٹری تھا۔ محمد علی برکت علی ہال میں جو جلسہ ہوا تھا وہ ریزولوشن مولانا صاحب میرے پاس لائے تھے اور مجھ سے مشورہ کیا۔ میں نے اسکا انگریزی میں ترجیح کیا اور ریزولوشن ایجنسڈ ایں شامل ہوا۔ جب اس کا وقت آیا تو قائد اعظم نے یہ کہا کہ کون احمدی ہے۔ پنجاب میں کچھ لوگ ہوں گے وہ تو پہلے ہی پاس کر چکے ہیں تو غیر متعلق مسئلہ آپ کیوں لاتے ہیں۔ صرف اتنی بات تھی۔ اور یہ انکا مزاج تھا کہ وہ جدوجہد کے دوران چاہتے تھے کہ کوئی irrelevant چیز سامنے نہ آئے۔ صرف اتنی بات انہوں نے کہی۔ اور مولانا نے کہا کہ ٹھیک ہے، یہ فیصلہ تو پہلے ہے، آل انڈیا مسلم لیگ میں بھی یہ فیصلہ موجود ہے۔ اور کون احمدی ہے جو آتا ہے۔ لہذا وہ ریزولوشن اس طرح ڈراپ ہوا ہے جسکو کہا جاتا ہے کہ قائد اعظم نے ریزولوشن کو مسترد کر دیا۔ یہ گویا دروغ گوئی کی انتہا ہے مسلم لیگ نے اور پوری ملت اسلامیہ نے اسے جنم ملت کیلئے ایک ناسور سمجھا، ایک بد گوش سمجھا، سیاسی اور شرعی دونوں حیثیتوں سے مسلمان ان لوگوں میں سکون محسوس نہیں کرتے تھے۔ البتہ 36ء میں یہ ہوا کہ جواہر لال نہرو لاہور تشریف

لائے 29 منی کو، تو جیسے ظلیح ہوتا ہے، ظلی نبی ہوتا ہے اور ظلی قرآن ہے، تو وہاں ایک جیسے یہ کہتے ہیں کہ ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں، تو وہاں ایک اندرین نیشنل لیگ بنائی گئی قادیان میں۔ اور جب جواہر لال نہرو تشریف لائے تو قادیان میں 500 والٹنگ آئے اور ان کے بڑے مانے ہوئے وکیل چودھری نصر اللہ صاحب کو قائد اعظم کا خطاب دیا گیا، تو ایک ظلی قائد اعظم بھی بن گیا، اور انہوں نے سلامی لی۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے بڑے بڑے بیزز لگے، پلے کارڈز لگے۔ اس کے بعد لوگوں نے اعتراض کیا۔ وہ جواب پھر میں وقت کی تھی کی وجہ سے اس اقتباس کو چھوڑتا ہوں۔ مرزا بشیر محمود کا بیان ہے کہ لوگوں کو کیوں اعتراض ہے۔ جواہر لال نہرو نے علامہ اقبال کی مخالفت میں میری حمایت کی تھی، جو علامہ اقبال کی قرارداد تھی کہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دو، تو انہوں نے ہماری حمایت کی وہ آئے ہیں تو ایک سیاسی انجمن کی طرف سے ان کا استقبال کیا گیا، انکا خیر مقدم کیا گیا، ان کو سپا سنا مر پیش کیا گیا۔ تو اس میں حمایت کی کیا بات ہے اب وہاں سیاسی انجمن بھی بنائی گئی وہ۔ تو یہ تھا مسلمانوں کے کاموں میں شرکت کا حال ہے۔ اور 15 اپریل کو یعنی جب پاکستان بننے کا زمانہ قریب آنے لگا، ان کے تعلقات دونوں طرف تھے۔ یہ کوشش کر رہے تھے کہ 1946ء میں اندرینل کو رٹ آف جسٹس کے لیے پنڈت جواہر لال نہرو نے چودھری ظفر اللہ صاحب کا نام recommend کیا جو انکی کتاب تحدیث نعمت میں موجود ہے۔ اور یہ 1946ء کا وہ زمانہ تھا جب کانگرس اور مسلم لیگ یا ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان feelings بہت شدت پر تھیں۔ اس وقت ان کے یہ تعلقات تھے کہ پورے ہندوستان میں جتنے بڑے وکیل تھے وہاں سے جواہر لال نہرو نے ان کے نام recommend کئے اس وقت یہ کامیاب نہ ہوئے۔

وہاں ایکشن میں یہ الگ بات ہے کہ 15 اپریل 1947ء کو انہوں نے بیان دیا جو یہاں فائل بھی ہو چکا ہے کہ ہم بھر حال اکھنڈ بھارت بنانا چاہتے ہیں اور ہماری کوششوں اور خواہشوں کے علی الرغم اگر پاکستان بن گیا تو پھر ہماری کوشش یہ جاری رہے گی کہ کسی نہ کسی طرح اکھنڈ

بھارت بن جائے۔ یہ بہت مشہور انکاواہ ہے۔ اور اس کا وہ اقتباس بلکہ فوٹو شیٹ یہاں داخل کیا جا چکا ہے۔ 12 اپریل کو یہ بات انہوں نے کہی اور 12 اپریل کو ایک سوال کے جواب میں یہ فرمایا۔ سوال کسی نامہ نگار کا تھا۔ کہ کیا پاکستان عملہ ممکن ہے؟ یہ سوال وجواب ریو آف روپیز جلد 18 نمبر 2 میں شائع ہوا۔

سوال تھا کہ کیا پاکستان عملہ ممکن ہے؟ جواب: سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے دیکھا جائے تو پاکستان ممکن ہے، لیکن میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ملک کے حصے بخڑے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آج دنیا کی کامیابی کا راست اتحاد میں مضر ہے۔ دوسرے ذرائع مواصلات بھی ہمیں بتاتے ہیں کہ ہمیں ضرورتاً ایک دوسرے کے قریب سے قریب تر ہونا چاہئے اور اتحاد کی کوشش کرنی چاہئے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس موقع پر ہندوستان دو علیحدہ عیونہ حصوں میں بٹ جائے اور ہندوستان کی بڑی قومیں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں، یہ 12 اپریل کا تھا۔ پھر اسی طرح 13 جون کا اسی مضمون کا ایک بیان ہے۔ پھر 17 جون کا ہے۔ اس کے بعد 18 اگست 1947ء کا ایک بیان ہے، یعنی پاکستان بننے کے بعد۔ اور ایک 28 دسمبر کا ہے تو تقسیم کے موقع پر امام جماعت احمدیہ کو یہ الہام ہوا کہ (عربی)۔

یعنی تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تمہیں ایک جگہ اکٹھا کر دے گا۔ اس الہام میں تبشير کا۔ پھر وہ بھی ہے اور انداز کا بھی توقع تو پہلے ایک رنگ میں ہو چکی ہے، یعنی ہماری کچھ جماعتیں پاکستان کی طرف چلی گئی ہیں اور کچھ ہندوستان کی طرف۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرنے کی کوئی صورت پیدا کر دے۔ یا اکٹھا ہونا دنوں کا، یہ بہر حال مسلسل چل رہا ہے۔ 13 دسمبر کے حالات کی وجہ سے لوگ گھبرا کر قاریان کی خرید کردہ زمینوں کو ضائع شدہ خیال کرنے لگے ہیں اور اپنی ادا کردہ قیمت کو امانت قرار دے کر اسکی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے نوٹس میں بتایا تھا کہ ایسا مطالبہ نہ صرف کاروباری اصول کے مطابق غلط اور ناجائز ہے بلکہ دینی لحاظ سے بھی

ایمانی کمزوری کی علامت ہے کیونکہ دراصل اس مطالبے میں یہ شرطی ہے کہ ایسے لوگوں کے نزدیک قادیانی کی مشکوک ہے حالانکہ یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہمیں قادیانی انشاء اللہ ضرور داپس ملے گا۔ وغیرہ، وغیرہ۔ اب یہ کیسے ملے گا؟ اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو ہم قادیانی فوج کر لیں یا خداخواستہ وہ اکھنڈ بھارت کا ان کا جو منصوبہ ہے وہ مکمل ہو جائے۔ تو قادیانی کو فوج کرنے کا جہاں تک سوال ہے پاکستان کی حکومت نے ہی اسکا فیصلہ کرتا ہے اور آج 27 سال میں پاکستان حکومت کی طرف سے ہمیشہ یہ اعلان ہوتا رہا کہ ہمیں کسی دوسرے ملک کی سرحدات سے کوئی سروکار نہیں ہے، ہم کسی کے غلاف جاریت نہیں کریں گے یہ کس نئے سے اس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ کیا کوئی ایسا چکر دے کر کہ پاکستان اور ہندوستان کی لڑائی کر اکر اس کی صورت پیدا کرنا چاہتے ہیں، یا بہر حال کیا ہے، میں نہیں جانتا۔

اب اس کے بعد 28 دسمبر کی بات ہے۔ مومن وہ ہے جو محض سن کر خدا پر ایمان نہیں لاتا بلکہ جس کا ایمان پورے یقین اور دلوقت پرمنی ہے۔ وہ جانتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ یہ تقسیم ایک عارضی تقسیم ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ قادیانی ہماری چیز ہے۔ وہ ہمارا ہی ہے کیونکہ خدا نے وہ بھجھے دی ہے، گواج ہم قادیانی نہیں جاسکتے مگر آج ہم محروم کر دیے گئے ہیں۔ لیکن ہمارا ایمان اور یقین ہمیں بار بار کہتا ہے کہ قادیانی ہمارا ہے۔ وہ احمدیت کا مرکز ہے۔ ہمیشہ احمدیت کا مرکز رہے گا۔ وہ انشاء اللہ حکومت خواہ بڑی ہو یا چھوٹی، بلکہ حکومتوں کا کوئی مجموع بھی ہمیں مستقل طور پر قادیانی سے محروم نہیں کر سکتی۔ اگر یہ زمین ہمیں قادیانی لیکر نہیں دے گی تو ہمارے خدا کے فرشتے آسمان سے اترے گے اور ہمیں قادیانی لیکر دیے گے۔ اس راہ میں جو بھی طاقت حائل ہو گی وہ پارہ پارہ کر دی جائے گی، وہ نیست و نابود کر دی جائے گی۔ وغیرہ، وغیرہ۔ یہ گویا ان کے عزم ام ہیں۔

اس کے ساتھ ان کے ہاں جانبازوں کا نظام ہے جن سے یہ عہد نامہ لیا جاتا ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو احمد یہ جماعت کا مرکز فرمایا ہے۔ میں اس حکم کو پورا کرنے کے لیے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی اپنی نظر وہ سے اوچھل نہیں ہونے دوں گا اور اپنے نفس کو، اپنے بیوی بچوں کو اور اگر خدا کی معشیت یہی ہو تو اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لیے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول پر ہر چوٹی اور بڑی قربانی کے لیے تیار ہے۔ اے خدا مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اسکو پورا کرنے کی توفیق عطا فرم۔

اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ قادیان کا قصہ جو کچھ ہو گا تو جیسا پہلے میں نے عرض کیا اس کا فیصلہ قادیان ہو یا اور ہو، بہر حال ہمارے بس میں ہو تو ہم چاہیں گے کہ سارا پاکستان ہی بن جائے۔ لیکن یہ کہ یہ فیصلہ مرزا یوں کو کرنا ہے یا پاکستان گورنمنٹ کو کرنا ہے، پاکستان کی گورنمنٹ کو کرنا ہے، اس کا کھلا ہوا اعلان ہے کہ ہمیں کسی کے علاقے میں جاریت نہیں کرنی ہے اب پاکستان بن جانے کے بعد ان کے جو عزم ہیں وہ بار بار ان تحریروں میں آئے ہیں کہ ہمیں اسے اکٹھا بھارت بنانا ہے، اکٹھا کرنا ہے۔

اس کے بعد ایک دیرینہ ان کی حضرت یہ رہی کہ افسوس ہمارے پاس کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں سوائے احمد یوں کے کوئی نہ ہو۔ اب اس کی کوئی ضرورت تھی کہ وہاں احمدی کے علاوہ کوئی نہیں رہتے۔ بہر حال وہ حضرت انہوں نے یہاں پوری کرلی۔ پہلے قادیان کو تقریباً ایسے ہی بنایا تھا۔ وہاں تو جو مسلمان رہتے تھے ان کی زندگی اجیرن کر دی تھی انہوں نے، یہاں تک کہ ان دکانداروں سے ایک طرح کا ٹکیس لیا جاتا تھا، جیسے یہ جماعتوں میں غیر مسلموں سے جزیہ کے عنوان سے کہتے تھے۔ ان غریب دکانداروں سے ٹکیس لیا جاتا تھا اور ان سے معاهدہ ہوتا تھا کہ جو

ہمارے مخالف ہیں ان سے کسی طرح کا تعلق نہیں رکھیں گے، اور کسی کو پایا گیا تو اسے ایسی سزا دی جاتی کہ پھر وہ ربوہ نہیں جا سکتا تھا۔ قتل و غارت بھی ہوتی تھی، مکانات بھی جلائے جاتے تھے، جبکہ کچھ ہوتا تھا۔

اب اس کے بعد یہ منصوبہ بنا کر پہلے بلوچستان پر قبضہ ہوتا چاہئے۔ اور وہ اقتباس، چونکہ میرے خیال میں پہلے موجود ہے، دس لاکھ، بارہ لاکھ کی آبادی ہے، اگر ہم پوری کوشش کریں، پورا پاکستان نہ کسی، ایک صوبہ تو ہمارا اپنا ہو سکتا ہے۔ وہ آرزو پوری نہیں ہوتی۔ اور مرزا صاحب کے آخری الہاموں میں ایک الہام یہ بھی تھا۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ پوری نہیں ہوئی لیکن ان کی ریشمہ دو ایسا جاری ہیں۔ پاکستان میں حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے ان کا وہ سلسلہ برادر جاری ہے۔ ہمارے ملک میں ہمیں بارفوئی انقلاب کے ذریعے حکومت کو بدلنے کی کوشش ہوئی، اس میں جو لوگ شامل تھے وہ نام کوئی چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ اس کے بعد سے مسلسل یہ کوشش ہوتی رہی، یہاں تک کہ ایک آخری دور میں۔ یہ نجٹ کی چیزیں میں نظر انداز کرتے ہوئے آتا ہوں۔ مشرقی پاکستان کا حصہ گیا۔ حالات اتنے خراب ہو گئے کہ تمام سیاسی جماعتوں اس کی کوشش کرنے لگیں۔ کسی نے کہا کہ مجیب الرحمن سے کوئی سیاسی مفاہمت ہو جائے تاکہ پاکستان دو ملکروں میں نہ بٹے۔ یہ حالات جب بہت بڑھ گئے پھر بھی یہ کوشش ہوتی رہی۔ یہاں سے مختلف پارٹیوں کے لوگ وہاں گئے، مذاکرات کیے۔ عین اس زمانے میں سر ظفر اللہ نے آٹھ مارچ کو اسلام آباد میں اپنے کسی دوست کو خط لکھا۔ اس دوست کا نام ظاہر نہیں کیا لیکن یہ کہا کہ وہ ایسے دوست ہیں کہ وہ مغربی پاکستان کے سیاسی لیدروں سے بہت قریب ہیں، اور گویا بہت بااثر ہیں۔ یہ خط انہوں نے اردو میں بھیجا۔ By process of elimination آدمی اندازہ کر سکتا ہے کہ جو لوگ اس وقت count کرتے تھے ان میں یہ خط کس کے نام ہوگا۔ زبان بھی اس کی

بڑی نہیں ہے جو ایک خاص طبقے کے اندر زیادہ سمجھی جاتی ہے۔ اس میں لکھتے ہیں، میں وہ خط سن دیتا ہوں۔ حاصل اسکا یہ ہے اور وہ یقین دلاتے ہیں کہ "مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے ایک رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا یہ بات دل سے بھلا دو۔ اب یہ ہے کہ فون کشی نہ کرو اور صلح صفائی کے ساتھ الگ کر دو" یہ گویا لوگوں کے ذہن پر اپنے سارے عمر بھر کے بین الاقوامی تحریبے اور اس کا زور ڈال کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے کسی بہت بااثر دوست کو لکھا ہے۔ اور لوگ اپنی جگہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس زمانے میں یہی صاحب کے قریب ان کے بااثر دوستوں میں کون ہو گا۔ خط یہ ہے کہ "ان آثار و قرائیں کی بنا پر جن کا ذکر جرائم میں آتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ خاکسار کے ذہن میں جوانکار چکر لگاتے ہیں وہ گزارش خدمت ہیں۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کو باہم جذبے نے والی زنجیر مخلصین لہ الدین ہی ہو سکتی تھی۔ ورنہ آب و ہوا، زبان، خوارک، رنگ روپ، خدوخال، لباس، جنی کہ عبادت کو چھوڑ کر معاشرے کا خاکہ اور ذاتی افکار سب مختلف ہیں۔ اب اعتماد مفقود اور دین کی نسبت جذبات پر قومیت کا غلبہ ہے۔ ادھر سارے عالم میں حق خود ارادیت کی پرستش۔ مشرق و مغرب میں آبادی کی نسبت سات اور چھ، اور رقبے کی نسبت تو اور اکیاون ہے۔ مشرق عملاً علیحدگی پر مصروف ہے۔ مغرب کے پاس کوئی قاطع برہان اس کے خلاف نہیں۔ ہو بھی تو مشرق سنتے اور غور کرنے پر آمادہ نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جبر نہیں حرفاً حاصل ہے۔ بلکہ خود کشی کے مترادف ہے۔ اگر خون کی خلیج خدا نخواستہ حائل ہو گئی تو پارٹی نہ جاسکے گی۔ اور نقصان مایہ کی تلائی کی صورت ہو سکتی ہے، نقصان جان تلائی نہیں ہو سکتی۔ اور شماتت ہمسایہ کی تلائی تو بہر صورت لازم ہے۔ پھر جر سے اگر کچھ دن برا بھلا گزارہ ہو سکتی تو باہمی ربط بڑھنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس لیے خواستہ یا نخواستہ صراحہ جمیلہ ہی کا طریقہ کام آ سکتا ہے۔ اس کے رستے میں بہت سی مشکلات ہیں۔ آج تو شاید

بائی مفاہمت سے نپٹ سکتیں۔ چندوں بعد شاید یہ امکان بھی جاتا رہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ موجودہ صورت میں امساک بالمعروف ممکن نہیں اور تصریح بالاحسان کا ہی رستہ کھلا ہے۔ یہ گواہی میاں بیوی میں اگر کوئی زراع ہو جائے تو قرآن کریم کی رو سے دراستے ہیں۔ یا تو خوشدنی سے اس زراع کو ختم کر کے اچھے طریقے پر رہو۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر خوشدنی کے ساتھ اچھے انداز میں قطع تعلق کرو۔ تو یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ قطع تعلق کرو۔ دونوں کو مشکلات کا سامنا ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں تو یعنی ہما بفضلہ پر قادر ہے۔ اگر اس وقت کدوست نہ بڑھائی جائے تو شاید مل کو اپنے اپنے گھر کا جائزہ لینے کے بعد کوئی طریقے سے دوستانہ تعاون برادرانہ امداد پیدا ہوتی ہے۔ موجودہ صورت بہت سے نظرات کا موجب ہے اور جگ ہنسائی اور شہانت کا سامنا ہے۔ یہ ہے خط جس میں اپنے باشہ دوست کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی کہ احسان بالمعروف یعنی دونوں بازوؤں کا ایک جگہ ایک ملک کی صورت میں رہنا یہ ناممکن ہے اور اس کے لیے کوئی کوشش اب نہیں کرنی چاہئے۔ ایک راستہ گوای علحدگی کا صراحتاً جیلیہ کا دیکھنا چاہئے۔ یہ ہے پاکستان کی وحدت و سالمیت کے تحفظ کے سلسلے میں اس جماعت کا اب اس کے علاوہ جو آگے عزم اور تیاریاں ہیں میں ان کی بعض ہلکی سی جھلک contribution اقتباسات کے ذریعے آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ تو آج جس کام کے لیے مصروف ہیں اس کے متعلق کثیر کمیٹی کا ایک فیصلہ پھر سال ہوا تھا۔ اس پر تبصرہ ہوا، وہ بہت معنی خیز ہے۔ ایک جملہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ ہاں، اس سے پہلے 26/27 کے سالانہ جلسے 1947ء کا اس میں خطبہ جمعہ میں مرزا بشیر الدین صاحب کا اعلان یہ ہیں ہendumیدہ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اصل جلسہ تو ہی سمجھا جائیگا جو قادیان میں مقیم احمدی وہاں منعقد کرتے ہیں۔ لا ہو کا جلسہ اسکا غلط ہے۔ یعنی نہ ظلی جلسہ ہے۔ اور اسکی تائید میں سمجھا جائے گا اور اس امر کے

خلاف بطور احتجاج منعقد کیا جائے گا کہ اس جماعت کو اسکے مقدس نہبی مرکز سے محروم کر دیا گیا جو ہمیشہ حکومت وقت کی وفادار اور پر امن رہی ہے۔ پہلے کشمیر میں اس طرح کاربری دلوشن پاس ہوا تھا۔ اس پر ان کے موجودہ خلیفہ کا تبصرہ ہوا ہے: ”پس نویابارہ آدمیوں نے اس قسم کی قرارداد پاس کر دی تو خدا کی قائم کردہ جماعت پر اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں جو خرابیاں پیدا ہو سکتیں ہیں۔ وہ نہیں کہ جماعت احمدیہ غیر مسلم بن جائے گی۔ جس جماعت کو اللہ تعالیٰ مسلمان کہے اسکو کوئی ناس بھاگان ان غیر مسلم قرار دے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اس لیے نہیں اس کی فکر نہیں۔ نہیں فکر ہے تو اس بات کی کہ اگر یہ خرابی خدا نخواست انتہائی تباہی کی تو اس قسم کے فتنہ فساد کے نتیجے میں پاکستان قائم نہیں رہے گا۔ گویا یہ وارنگ ہے جو انہوں نے اس وقت دی تھی۔ پاکستان قائم نہ رہنے کے لیے کیا انتظامات ہیں وہ توزیعہ تفصیل سے میں اس وقت نہیں بتا سکتا۔ لیکن یہ خادم الاحمدیہ بڑی ذمہ داریوں کا حال ہے ہماری ایک مجلس ہے، ہماری نوجوان نسل جس نے اس رنگ میں تربیت حاصل کر لی ہے جو بڑھتی ہوئی ذمہ داریاں اور بڑھتے ہوئے بوجھ کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ انسانی جسم پر بنیادی طور پر دو قسم کے بوجھ پڑتے ہیں۔ ایک وہ بوجھ جو راہ راست اس کے جسمانی اور رہنمی قوائے پر پڑتا ہے۔ ایک وہ بوجھ ہے جو بالواسطہ اس کے جسمانی اور رہنمی قوائے پر پڑتا ہے۔ اس کے لیے جو تربیت یہ جماعت اپنے پیارے بچوں کو دینا چاہتی ہے وہ یہ ہے کہ انکی جسمانی قوتوں کو نشوونما اس رنگ میں پہنچا کیں کہ دو ہری ذمہ داریاں نہ جانے کے بوجھ کو برداشت کر سکیں۔ ان میں سے ایک طریقہ جو ماضی قریب میں جاری کیا گیا وہ سائیکل کا استعمال ہے۔ جب اسلام میں یہ تحریک کی تو مختصر اشارہ کیا تھا کہ اپنی صحتوں کو برقرار رکھنے کے لیے سائیکل کی طرف متوجہ ہوں۔ اس وقت جو تعداد میرے علم میں آئی ہے وہ 662 ہے۔ لیکن اس میں جنہوں نے نام ابھی تک رجسٹر نہیں کرائے تو قع ہے کہ کچھ آج

پہنچ جائیں گے۔ ان میں سے وہ ہیں جو کراچی سے سائیکل پر تقریباً نوے اور سو میل روزانہ طے کر کے تھر پار سندھ وغیرہ سے آسکتے ہیں۔ انہوں نے یہ کہا ہے۔ میں نے بتایا تھا آج دھراتا ہوں۔ مجھے بڑی جلدی ایک لاکھ احمدی سائیکل چاہیں۔ احمدی سائیکل وہ ہیں جو احمدی چلاتے ہیں۔ اور ایک لاکھ ایسے احمدی چاتے ہیں جنہیں روزانہ سو میل چلنے کی عادت ہو۔ سو میل روزانہ چلنے ایک دن میں ہمارا احمدی ایک کروڑ میل کا سفر کر رہا ہو گا۔ یہ بڑی حرکت ہے، اور حرکت میں برکت ہے۔ ہم نے تجربہ کیا تو ہر شخص نے الاما شاء اللہ اسکو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ ایک لاکھ سائیکل سوار چاہیں کیوں۔ میں آپ لوگوں کے سامنے ایک بڑا منصوبہ پیش کرنے والا ہوں۔ اس کے لیے بھی تیاری کر رہا ہوں۔ آپ کے ذہنوں کو بھی اس کے لیے تیار کر رہا ہوں۔ پس یہ جسمانی قوت کو مضبوط کرنے کے لیے ایک پروگرام ہے۔ ہلاکو خان، چنگیز خان جو دنیا فتح کرنے کے لیے اپنے ملک سے نکلے تھے اور دنیا کو فتح کیا تھا ان کے پاس ایسے گھوڑے تھے جکو سات آٹھ سو میل تک گھوڑے سے اترنے کی اجازت نہیں تھی۔ ہلاکو خان، چنگیز خان موئی سرخیوں سے لکھا ہوا ہے۔ ذہن ادھر مائل کیا جا رہا ہے۔ اب وہ اس کے ساتھ دس ہزار گھوڑوں کی فرمانش کر دس ہزار گھوڑے تیار ہوں۔ اور وہ دس ہزار گھوڑے احمدیوں کے ہوں۔ اور ان سواروں کو نیزہ بازی کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اب میں اقتباس پڑھ رہا ہوں۔ اس کے ساتھ خدام الاحمد یہ کے کہا گیا ہے۔ خادم کی علامت کے طور پر ایک رومال جو زیکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ وقت کم تھا یہ صرف پانچ سو کے قریب تیار ہو سکے کچھ نے خرید بھی لیے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ساری دنیا میں خادم اسلام کے پاس یہ رومال ہونا چاہئے۔ اس رومال میں ایک چھلہ پڑتا ہے۔۔۔ یہودی بڑی ہوشیار قوم ہے۔ وہ دنیا میں ہر جا زپر اپنی بڑائی پھیلانے کی کوشش کرتی ہے۔ چنانچہ مجھے اس رومال اور چھلے کا خیال آیا تو میں نے سوچا کہ ہمیں اپنے لیے رنگ (ring) خود جو زیکر نے

چاہیں احمد را کی دیواروں پر مجھے چار فقرے نظر آئے:

(۱) لاعالب الا اللہ (۲) القدرت اللہ

(۳) الحکم اللہ (۴) العزت اللہ۔

ان سے فائدہ اٹھا کر یہ تجویز کی ہے۔ عام اطفال اور خدام یعنی ہر کن کے لیے القدرت اللہ کا چھلہ، اور جو عہد اڑا ہیں ان کے لیے العزت اللہ کا بھی لجھا امام اللہ کا نشان ہے البتہ ان کے دمائل کا رنگ مختلف ہے۔ دیسے جھنڈوں کے لیے عام طور پر بزرگ ہوتا ہے۔ صرف جھنڈے کا ذکر ہے۔ اب اسکی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ اگر دو مال ایک گز سے چھوٹا رہ جائے تو اسکے ذریعے جو دوسرے فوائد ہمارے مدنظر ہیں۔ وہ دو مال کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ بہر حال سکاؤٹس میں بھی چھلہ اور دو مال ہوتا ہے۔ لیکن اس میں کوئی بہت بڑے کام کے لیے ہے اور اسکو پڑھنے کے بعد مجھے ڈالہوزی کے زمانے کا چھلہ اور دو مال جو جنگ استعمال کیا کرتے تھے، ان کے پاس دو مال ہوتا تھا اور ایک چھلہ ہوتا تھا اور اسکے ذریعے وہ آدمیوں کی گردن پھنسا کر فوری طور پر ختم کر دیتے تھے۔ اب یہ ایک لاکھ سائیکل سوار، دس ہزار گھوڑے اور نیزہ باز، یہ سب کس کی تیاری ہے؟ کیا قادیانی والوں یعنی کی تیاری ہے یا یہ جس طرح بہت دفعہ انہوں نے کہا، ہمیں اپنی حکومت قائم کرنی ہے اسکی تیاری کرنی ہے بہر حال یہ وہ چیزیں ہیں جن سے ہم صرف نظر نہیں کر سکتے۔ یہ وقت آگیا ہے کہ ہمیں پوری تیاری سے اس مسئلہ کو فتنا ناچاہئے۔

ایک چیز اور عرض کروں گا۔ جس وقت یہ باڈندری کمیشن کا واقعہ آیا ہے اور آپ نے دیکھا 15 اپریل سے اگست 1947ء بلکہ دسمبر 1947ء کے اقتباسات میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ جس میں ہر جگہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پاکستان کے قیام سے یہ اپنا ذہن ہم آہنگ نہیں کر سکے۔ لیکن جب باڈندری کمیشن کا وقت آیا ہے تو خود چودھری ظفر اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ یہ بہت دلچسپ اقتباس ہے، اس لیے کہہاں تو مرتضیٰ ابیشیر محمد صاحب ایک طرف یہ کہ

رہے ہیں کہ ہمیں انھند بھارت بھارت بنانا ہے اور ہمیں کوشش جاری رکھنی ہے۔ لیکن باوڈری کمیشن کا تقرر ہوتے ہی ان کو مسلم لیگ کے کیس سے اتنی دچپی ہو گئی کہ اتنی مسلم لیگ کے لیڈروں کو بھی نہ تھی۔ مجھے وہ انگریزی کی مثل یاد آتی ہے:

"A woman that loves a child more than its mother does, must be a witch."

تو یہ مختصر ساقتباس ہے "تحدیث نعمت" مصنفہ چودھری ظفر اللہ صاحب، صفحہ:- 566  
 "حضرت خلیفۃ الرسالۃ علیہ السلام ان دنوں لا ہوئی میں تشریف فرماتھے۔ بدھ کی سہ پھر کو مولانا عبدالرحیم درد صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت صاحب نے یہ دریافت کرنے کے لیے مجھے بھیجا ہے کہ حضور کسی وقت تشریف لا کر تمہیں تقسیم کے متعلق بعض پہلوؤں کے متعلق معلومات بھیم پہنچا دیں۔ خاکسار نے (یعنی ظفر اللہ نے) گزارش کی کہ جس وقت حضور کا ارشاد ہو، خاکسار، حضور کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔ درد صاحب نے فرمایا حضور کا ارشاد ہے کہ تم نہایت اہم قومی فرض کی سرانجام دہی میں مصروف ہو۔ تمہارا وقت بہت قیمتی ہے۔ تم اپنے کام میں ٹلے گے رہو۔ ہم وہیں تشریف لائیں گے۔ موجودہ حالات میں یہی مناسب ہے۔ چنانچہ حضور تشریف لائے، اور بٹوارے کے اصولوں کے متعلق بعض نہایت مفید حوالوں کی نقول خاکسار کو عطا کیں، اور فرمایا کہ اصل کتب کے مٹگوانے کے لیے ہم نے انگلستان فرماش بھیجی ہوئی ہے۔ اگر وہ کتب بر وقت پہنچ گیں تو وہ بھی تمہیں بھیج دی جائیں گی۔ نیز ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنے خرچ کے دفاع کے ہمراہ پروفیسر کی خدمات حاصل کی ہیں۔ وہ لا ہو رہنچھ چکے ہیں اور نقشبندیات وغیرہ تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ تم تحریری بیان تیار کر لینے کے بعد ان کے ساتھ مشورے کے لیے وقت

نکال لینا۔ وہ یہاں آ کر تمہیں یہ پہلو سمجھا دیں گے۔ چنانچہ متعلقہ کتب انگلستان سے  
قادیانی پسندیدگار اور وہاں سے ایک موڑ سائیکل سوار نہیں سانڈ کار میں رکھ کر لا ہو رہے آیا  
اور دران بحث وہ نہیں میرا گئیں۔ ان سے نہیں بہت مدد ملی۔

جو پروفیسر آئے تھے ان کا نام قاپرو فیسر سپیٹ۔ پروفیسر سپیٹ نے مجھے دفاعی پہلو خوب  
سمجھا دیا۔ وغیرہ، وغیرہ۔ اب دفاعی پہلو کیا سمجھایا؟ میں نے آپ کے توسط سے انہیں خط لکھا تھا  
کہ پروفیسر سپیٹ کی observations, recommendations کا کیا کتاب  
ہمیں نہ بھیج دیں۔ وہ انہوں نے نہ بھیجیں کہ دفاعی پہلو سے کیا سمجھایا گیا کہ پاکستان کس طرح  
بنایا جائے۔ اور اس سلسلے میں سب سے زیادہ دفعہ پری مرزا صاحب کو تھی۔ وہ چیز تو ہمارے پاس  
نہیں ہے لیکن جو پہلے کے عزم سامنے آ رہے ہیں اور اس کے بعد جونقشہ بن رہا ہے اس سے  
اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیا کچھ جوگا۔

**Mr. Chairman:** Sir, how long will you take?

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: آپ جس وقت کہیں گے۔

جناب چیئرمین: میں بالکل نہیں کہوں گا۔ You have already taken 1/1-2 hours.

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: اچھا جی۔

(مدخلت)

جناب چیئرمین: میں روک نہیں رہا، میں نے دیے پوچھا تھا۔

Why do you feel ill when I ask how long you will take? I am sorry.

میں نے صرف اس لیے پوچھا تھا کہ میں صرف ایڈ جسٹ کر سکوں۔ Members are becoming restive کچھ لیڈی حضرات جا چکی ہیں اور باقی سارے گھر بیوں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ کوئی مجھے کہہ رہے ہیں کہ روئی کھانی ہے۔ اس لیے میں نے پوچھا تھا تاکہ میں ایڈ جسٹ کر سکوں۔

I am not saying that he is not saying useful words. You think that you believe that these are useful words and I do not believe that these are useful words?

میں غلطی کر بیٹھا ہوں کہ آپ کو کہہ بیٹھا ہوں کہ تمیزی سے نہ پڑھیں I am sorry for that. صرف اس واسطے میں نے کہا کہ سائیکلو شائل کرو کے دے دیں۔ apologize before the whole House

That will be useful; and give oral arguments, that would be better. How long will you take?

میں نے صرف ایڈ جسٹ کرنا ہے۔ That is all

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میرے خیال میں میں نے جو گزارش کی تھی اگر وہ آپ منظور کرتے ہیں.....

جناب چیئرمین: وہ میں نے کب انکار کیا ہے؟ اس وقت حنفی خان صاحب نے کہا تھا کہ تحریری طور پر دے دیں۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میری گزارش یہ ہے کہ میں بھی یہ محسوس کر رہا ہوں کہ میر صاحبان کافی تحکم گئے ہوں گے۔

**Mr. Chairman:** From their expressions; that is why I cut it short.

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میں اسکو یہاں ختم کرتا ہوں۔ اگر آپ مجھے آدھہ گھنٹہ اس روز دے دیں تو میں کوشش کروں گا۔

جناب چیئرمین: اگر آپ مناسب تجھیں تو انا رافی جنzel صاحب کے بعد مجھے بھی.....  
مولانا محمد ظفر احمد انصاری: ہاں، اتنا وقت تو کوئی ایسا نہیں ہو گا۔

جناب چیئرمین: اگر ضرورت تجھیں۔ یہ میں نے اس واسطے کہا کہ ذیڑھنج گیا ہے، اور آپ نے فرمایا تھا کہ ایک گھنٹہ لیں گے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میں نے ذیڑھنج گھنٹہ کہا تھا۔

جناب چیئرمین: آدھہ گھنٹہ پہلے ہو گیا ہے، بریک سے پہلے سائز ہے گیا رہ بجے آپ نے شارت کیا۔ بارہ بجے بریک ہوئی۔ 12.25 پر پھر ہم نے شارت کیا تھا۔ 1.35 ہو گیا ہے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: ٹھیک ہے۔ پھر اس روز کے لیے رکھے۔ اگر وہ تیار ہو گئے تو آدھہ گھنٹہ شروع کا مجھے دے دیں۔ یعنی آنے میں بھی تو کچھ دیر ہوتی ہے۔ میں اس وقت کروں گا۔

جناب چیئرمین: بالکل ٹھیک ہے جی thank you

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: اگر میں کچھ لکھ سکا، جس کی زیادہ امید نہیں ہے، تو پھر وہ بھی کروں گا۔ بہت بہت شکر یہ۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے Thank you very much

مسٹر جمال کوریجہ: آپ انداز اکتا وقت لیں گے؟  
خواجہ جمال محمد کوریجہ: دو منٹ، جناب۔

جناب والا! کوئی ذیڑھ مہینے سے مرزا بیت کا مسئلہ زیر بحث ہے۔ بحث صرف اس مسئلے پر کی جائی ہے کہ مرزا غلام احمد نبی ہے یا نہیں۔ افسوس سے مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان دنیا کی

عقلیم اسلامی مملکت شمار ہوتا تھا۔ دنیا کی نظر میں یہ ایک بہت بڑا اسلامی ملک کہا جاتا تھا۔ لیکن آج تمام ملکوں کے اندر ہم بدنام ہو چکے ہیں۔ ایک مسئلہ جو مقنائز مسئلہ نہیں ہے، اس مسئلے کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حل فرمادیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، نہ آ سکتا ہے۔ میں نے دین کو ان کے اوپر مکمل کر دیا ہے۔ جواب اس کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہے، وہ مرتد ہے، وہ واجب القتل ہے۔ پھر مرحوم امام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ انگریز نے اسکی پروپریٹی جس طریقے سے اسکی پروپریٹی ہوتی رہی۔ پھر مسلمان کا دور آیا۔ ستائیں سال گزر گئے ہیں۔ ہماری حکومتوں نے پھر اس کو انگریز کی سرپرستی سے بھی زیادہ سرپرستی دی۔ تو ہم لوگ آج کسی اسلامی ملک کے سامنے۔ نہیں کہہ سکتے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان تو ان لوگوں کا تھا جنہوں نے دعویدار کو چند لمحے بھی اس دنیا میں رہتے کی اجازت یا مہلت نہ دی اور ان کے خلاف جہاد کیا اور ان کو فی النار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ حضور نے فرمادیا کہ اگر میرے بعد نبی آتا تو وہ عمر ۹۰ ہوتے۔ حضرت صدیق اکبر نے اسکو ثابت کر دیا کہ واقعی حضور کا فرمان صحیح ہے، اللہ کا فرمان صحیح ہے۔ مسلمہ کذاب نے دعویٰ کیا۔ حضرت صدیق اکبر نے اس کے خلاف جہاد کر کے اس کو ختم کر دیا۔ اسی طرح کے ہیں باخیں اور بھی گزرے ہیں۔ جنہوں نے دعوے کیے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی یہی حشر ہوا۔ لیکن یہ واحد ایک مملکت آئی ہے جو ذریعہ مہینے سے ایک ولد الحرام فرقہ کو یہاں بھاکران سے یہ دلائل پوچھنے جا رہے ہیں کہ تم اپنی نبوت کے دلائل پیش کر کر تم صحیح ہو یا غلط ہو۔ کون سی گنجائش ہے کہ حضور خاتم النبین نہیں ہیں؟ کون اس کے اوپر تھوڑی ہی گنجائش کرتا ہے کہ حضور خاتم النبین نہ تھے؟ اگر کوئی آدمی تھوڑا سا خیال بھی کر لیتا ہے، تھوڑا سا وہم بھی اس کے اندر آ جاتا ہے تو وہ کافر ہے۔ اس کا ایمان نہیں رہتا۔ حضرت امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی نے پوچھا کہ نبوت کا ایک

دعای کرتا ہے تو ہم اسکے ساتھ کیسے پیش آئیں گے۔ تو حضور نے کہا اسکے خلاف جہاد کرو۔ اگر تم نے اس سے صرف یہ پوچھ لیا کہ تم مجزہ دکھاؤ تو تم بھی اسی طریقے سے مجرم ہو جاؤ گے جیسے کہ وہ مجرم ہے۔ یعنی مجرمہ طلب کرنا بھی شرک ہے۔ اور ہم ذریعہ مہینے سے یہ بحث و تجھیص کر رہے ہیں کہ آیا یہ کافر ہیں یا نہیں۔ یہ ہمارے لیے ذوب مرلنے کا مقام ہے۔

جناب چیئرمین: معاف کریں، یہ ہم بحث نہیں کر رہے ہیں۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: بالکل یہی کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: نہیں، سوری۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: بالکل یہی بحث ہو رہی ہے۔

جناب چیئرمین: نہ۔ نہ آپ نے ریزولوشن پڑھے ہیں، نہ آپ نے بحث کی ہے۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: مجھے بتائیں کہ وہ یہاں کس لیے آئے؟ مرزانا صرکیوں آیا؟

جناب چیئرمین: میں آپ سے بحث میں نہیں الحضن اچھتا۔ یہ تھا کہ ایک ریزولوشن آیا تھا

-to determine the status of the Ahmedis.

خواجہ جمال محمد کوریجہ: اپنی بولی میں، اپنی زبان میں۔

جناب چیئرمین: کہ یہ واضح کیا جائے کہ گا قادیانیوں کا، احمدیوں کا کیا مقام ہے۔ ایک ریزولوشن آپ کی طرف سے آیا تھا کہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ باقی دونوں ریزولوشن اور آئے ہیں، اور ان میں کسی ایک نے بھی ایسا کوئی ریزولوشن پیش نہیں کیا کہ وہ مسلمان ہیں یا کافر ہیں۔ اس واسطے یہ بحث بالکل نہیں رہی وہ ایک clarification تھی جس کے واسطے ان کو بلا یا گیا تھا، جس کے واسطے ان پر جرح کی گئی تھی اور سوال پوچھنے گئے تھے اور یہ سوال بھی ممبران نے دیئے تھے، کوئی باہر سے نہیں آئے تھے۔

خواجہ جمال محمد کو ریجیٹ: تو جناب والا! ان کو اقلیت قرار دینے سے اور کیا ثابت ہو رہا ہے؟

جناب چیئر مین: آپ اس طرح ممبر صاحب اجنب کی توجیہ نہ کریں۔ یہ سب انہوں نے خود

سوال مرتب کیتے تھے۔

خواجہ جمال محمد کو ریجیٹ: کسی ممبر کی میں تو ہیں نہیں کر رہا، میں اپنا ایمان اور میرا جو عقیدہ ہے وہ

بیان کر رہا ہوں کہ یہ لوگ .....

جناب چیئر مین: نہ، آپ کیوں اسکلی کی ایسی تیسی کر رہے ہیں؟

خواجہ جمال محمد کو ریجیٹ: میں تو جناب! دو منٹ میں ختم کر دیتا ہوں، آپ نے خواہ مخواہ اتنا

تمام لے لیا ہے۔

جناب چیئر مین: نہیں، یہ آپ نے غلط کہا ہے۔

خواجہ جمال محمد کو ریجیٹ: میں بحث نہیں کر سکتا ہوں؟

جناب چیئر مین: اسکلی کے ممبران کا ایمان مضبوط ہے۔

خواجہ جمال محمد کو ریجیٹ: لیکن میرا ایمان مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں اس کے اوپر بحث

کروں، جیسے لوگوں نے بڑے بڑے دلائل دیئے ہیں کہ وہ اس لیے خراب تھا کہ وہ انگریز کا

وفادر تھا، وہ اس لیے خراب تھا کہ اس نے ساری زندگی انگریزوں کے ساتھ مل آر گزاری، اس

نے ان کی وفاداری کی، اس کا وظیفہ خوار تھا۔ اگر ایک آدمی ان تمام عیوب سے پاک ہو اور وہ

نبوت کا دعویٰ کرے تو پھر ہمیں اسے تسلیم کر لینا چاہئے؟ یہ کوئی بات نہیں ہے کہ وہ وفادار تھا نہیں

تھا میں یہ کہتا ہوں کہ اس کا بڑا جرم جو ہے وہ یہ ہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے لہذا وہ

واجب التعلل ہے۔ وہ مرتد اور ہمارے مسلم معاشرے کے اندر اس کا رہنا، اس کا رہن کہن جو

ہے وہ اسلام کے خلاف ہے۔ میں گورنمنٹ کی خدمت میں استدعا کروں گا کہ مرزاغلام احمد جو

ولد المحرام ہے، جو ولد المحرام تھا، اس کی جماعت جو ہے وہ بھی ولد المحرام ہے، مرتد ہے، مشرک ہے جو ان کو پناہ دیتے ہیں وہ بھی کافر اور مرتد ہیں۔ جوان کے ساتھ لیں دین رکھتے ہیں وہ بھی مشرک ہیں۔ لہذا ان کو فوراً اس پاک سرز میں سے نکال کر اس ملک کو پاک کیا جائے۔

جناب چیزِ میں: شکر یہ۔ مولانا عبد الحق (اکوڑہ خٹک) ! آپ کتنا نائم لیں گے؟  
مولانا عبد الحق: چتنا آپ فرمائیں۔

جناب چیزِ میں: آپ دیسے دخنلی ہیں، ان کو نائم تھوڑا مل رہا ہے جنہوں نے دستخط کئے ہیں اور دوسو صفحے کی کتاب لکھی ہے، انہیں کم نائم دیا جا رہا ہے۔

مولوی مفتی محمود: اس میں پانچ منٹ میں بھی لوں گا۔ کچھ تباویر ہیں میری۔  
جناب چیزِ میں: پھر آپ پرسوں صحیح لے لیں۔

مولوی مفتی محمود: جیسے آپ مناسب سمجھیں۔

جناب چیزِ میں: جی ہاں۔ مولانا عبد الحق صاحب! کتنا نائم آپ لیں گے؟  
مولانا عبد الحق: پانچ دس منٹ۔

جناب چیزِ میں: پانچ منٹ میں ختم کر دیں۔  
مولانا عبد الحق: اچھا جی۔

جناب چیزِ میں: نھیک ہے، شروع کر دیں — وہ تقریر کر کے جارہے ہیں۔ لبیں یہی ہے کہ اپنا جوش نکالا، تقریر کی اور گئے۔ پانچ منٹ آپ نے لیں، پھر پرسوں کے لیے متوی کرتے ہیں۔

چوہدری ممتاز احمد: جناب والا! کوریج صاحب اب جارہے ہیں۔

جناب چیزیر میں: بالکل۔ اپنا جوش خندنا کیا، کسی نے کسی کو گالی نکالی، کسی نے کسی کو، اس کے

بعد باہر۔

ایک رکن: ذمہ دھن بخ گیا ہے۔

جناب چیزیر میں: پانچ منٹ انہوں نے لینے ہیں، پھر مفتی صاحب نے لینے ہیں۔ Then

we will adjourn the House. Then all the members are satisfied.

مولانا عبدالحق: جناب چیزیر میں! پانچ منٹ ہیں اس لیے دو تین باتیں عرض کرتا ہوں۔

جناب چیزیر میں: ہاں، بس تجوہ یزدیں۔ باقی تو سب کچھ آپکا ہے اس تحریر میں۔

مولانا عبدالحق: اصل میں دو مسئلے ہیں۔ ایک مسئلہ تو ہے ختم نبوت کا کہ حضور اقدس ﷺ

خاتم النبین اور آخری نبی ہیں۔ اور ایک مسئلہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو مانے والے غیر مسلم ہیں یا مسلمان۔ تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ گز شتر سال جیسے کے آئین کو ہم نے پاس کیا اور منظور

کیا.....

مولانا محمد ظفر احمد النصاری: شاید مولانا صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ وہ

مسلمان ہیں یا غیر مسلم۔ یہ مسئلہ ہے ہی نہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم ان کی دستوری اور قانونی حیثیت کو کس طریقے سے واضح کریں۔

جناب چیزیر میں: یہی تو میں نے کوئی بھی صاحب کو کہا تھا کہ ان کی قانونی حیثیت کہا ہے اور

کہا کچھ ہم کر سکتے ہیں، کیا ہمیں سفارش کرنی چاہئے۔

مولانا عبدالحق: اچھا جی۔ تو گزارش میری یہ ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ جو ہے یہ مسئلہ تو

ہمارے آئین میں طے شدہ ہے کہ مسلمان وہ ہو سکتا ہے جس کا عقیدہ یہ ہو کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور اس کے بعد کوئی بروزی یا ظلی نبی نہیں آ سکتا۔ تو اس وقت صورت حال یہ ہے

کہ یہ مسئلہ تو آئین کے لحاظ سے طے شدہ ہے۔ اب یہ دوسرا مسئلہ مرزا غلام احمد کے متعلق ہے۔ تو اس کے متعلق یہاں پر کتابوں اور حوالوں سے اور مرزا ناصر اور صدر الدین کی تسلیم سے یہ چیز انہوں نے مان لی ہے کہ مرزا غلام احمد نبوت کا دعویٰ کر رکھے ہیں۔ اور اس کی حقیقتی تاویلیں انہوں نے کہیں ان تمام تاویلیوں کے بعد انہوں نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ مرزا غلام احمد کو ہم نبی جانتے ہیں اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ لاہوری پارٹی نے بھی یہی کہا کہ اس کو مجہد یا ملهم یا مکلم کہتے ہیں۔ لیکن اثار فی جزل صاحب کے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہاں، انہیں نبی بھی کہا جا سکتا ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "نیزل نبی اللہ عیسیٰ بن مریم"۔ تو ہمارے اثار فی جزل صاحب نے فرمایا انہیں۔ (لاہوری پارٹی سے) کہ جب حضور اکرم ﷺ کی حدیث سے تم نبوت کا اطلاق کرنا چاہتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اس کو نبی مانتے ہو۔ تو دونوں جماعتوں نے اس کو نبی تسلیم کر لیا۔

اب یہ ہے کہ آئین کے مطابق جو رسول کریم ﷺ کو خاتم النبیوں نہیں جانتا وہ آئین کے مطابق مسلمان نہیں ہے، وہ غیر مسلم ہے۔ تو اس صورت میں ان کے غیر مسلم ہونے کا (جیسا کہ نفس الامر میں ہے اور شریعت میں ہے اسی طریقے سے) آئین کی بنا پر بھی وہ غیر مسلم ہی ہوئے۔

اب رہی دوسری بات کہ وہ ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تم ہمیں غیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہو، تو ہماری جانب سے یہ کہا گیا کہ تم غیر احمدی کو یعنی مسلمانوں کو مسلمان کہتے ہو یاد اڑہ اسلام سے خارج؟ تو دونوں جماعتوں نے یہ تسلیم کر لیا، لاہوریوں نے کہا کہ غیر احمدی حقیقی مسلمان نہیں ہے، اور ربوہ والوں نے کہا کہ دارہ اسلام سے غیر احمدی خارج ہیں اور کافر ہیں اور کچے کافر ہیں۔ یہ بات انہوں نے تسلیم کر لی۔ اب یہاں پر جب کہ وہ لوگ ہمیں کافر کہتے ہیں، کچے

کافر کہتے ہیں، دائرہ اسلام سے خارج کہتے ہیں، تو غایہ بات ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان حقیقت میں الحمد للہ اتیا رہے ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ لیکن اگر ان کی نظر میں ہم غیر مسلم اکثریت ہیں، تم چاہے اپنے آپ کو مسلمان کہو یا جو بھی کہو، لیکن انہیں یہ ماننا پڑے گا کہ جمہور مسلمین کے لیے غیر مرزاںی مسلمان جو ہیں ان کے مقابلے میں وہ یقیناً الگ فرقہ ہیں، اس کو تسلیم کرنا ہو گا۔ یا ہمیں یہ کہہ دو کہ چلو بھی تم غیر مسلم اکثریت ہو اور اپنے آپ کو یہ مان لو کہ ہم مسلمان اقلیت ہیں، یا یہ کہ ہم مسلمان اکثریت ہیں (الحمد للہ) تو تم اس کے مقابلے میں غیر مسلم اقلیت ہو، جیسا کہ تحدہ ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں تھے، ہندو اکثریت میں تھے۔ ہمارے زدیک ہندو کافر تھے، اب بھی کافر، پہلے بھی کافر، تو ہم نے کسی وقت یہ مطالبہ نہیں کیا کہ چونکہ ہم اقلیت میں ہیں اس لیے ہمیں سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے نعوذ باللہ (کسی مسلمان کے دماغ میں نہیں آیا) ہندوؤں میں شامل ہو جائیں۔ حقیقت میں مرزاںی یہ چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کا استھان کریں۔

جناب چیزیں: آپ اپنے آپ کو غیر احمدی اکثریت declare کروالیں۔ اگر دیے مسئلہ حل نہیں ہوتا ایسے ہی ہو جائے۔

مولانا عبدالحق: بات یہ ہے

جناب چیزیں: اچھا ہی، مولانا مفتی محمود! مولانا! ان چیزوں پر تقریباً بحث ہو چکی ہے۔ میں یہ عرض کروں کہ.....

(مداخلت)

جناب چیزیں: ممتاز صاحب! چھوڑیں۔ ان چیزوں پر بحث ہو چکی ہے۔

مولانا عبدالحق: اچھا۔

جناب چیزیں: بالکل۔ ایمان سب کا مضبوط ہے۔ اور تقریباً ہاؤس کی رائے بھی بھی

۴-

مولانا عبدالحق: ایک تیسری بات میں عرض کرتا ہوں۔

جناب چیزیں: اب مولانا مفتی محمود صاحب نے تقریر کرنی ہے۔ یہ تجویز کا وقت ہے۔

اکثر لوگ.....

مولانا عبدالحق: بہت بہتر۔ یعنی مرزا جی جو ہیں ان کے ساتھ ہم مسلمانوں کی منافرت یا عداوت اب کھلی ہے۔ اس سے پہلے وہ زمین دوز طریقے پر کس قدر مسلمانوں کی تباہی کر چکے ہیں۔ اب بات یہ ہے کہ چونکہ ہمارے اور ان کے درمیان پوری منافرت ظاہر ہو چکی ہے، اب اگر وہ ہماری کلیدی آسامیوں پر فائز ہیں تو میں یہ عرض کرتا ہوں کیا وہ پاکستان اور مسلمانوں کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں، جبکہ ہم اس وقت یہ فیصلہ کر دیں اور خدا ہمیں یعنی اس جمیعی اسلامی کو توفیق دے کہ یہ انکو غیر مسلم اقلیت قرار دے، اس کے بعد وہ اگر کلیدی آسامیوں پر فائز ہیں تو یقیناً وہ ہمیں اور تباہ کریں گے مسلمانوں کے بچانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر کمیٹی فیصلہ دے کر انہیں کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے۔ باقی رہی یہ بات کہ اگر ایسے لوگوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے تو ملک کا انتظام کس طریقے سے چلے گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ نظام اللہ چلائے گا۔ اس سے پہلے ہمارے وزیر اعظم صاحب نے بڑی بہادری کی کہ تیرہ سو ناپسندیدہ افراد کو نکال دیا۔ اس وقت بھی تو اللہ نے نظام چلایا۔ اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ انکو کلیدی آسامیوں پر سے ضرور ہٹایا جائے، ورنہ صرف غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے وہ مقصد حاصل نہیں ہو گا۔

جناب چیزیں: شکر یہ۔ مولانا مفتی صاحب! آپ فرمائیں۔

مولوی مفتی محمد: جناب چیئر مین! جہاں تک مرزا بیویوں کے غیر مسلم ہونے کا تعلق تھا اس پر تفصیل کے ساتھ بحث آچکی ہے۔ اس میں مزید اضافے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اس مسئلہ کو کس طرح حل کیا جائے اس سلسلے میں سب سے پہلے گزارش تو یہ ہے کہ یہاں پر ہمیں اس ہاؤس میں سیاسی جماعتوں کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے سوچنا ہو گا۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس مسئلے کو کسی سیاسی جماعت کی برتری کے لیے، کریڈٹ حاصل کرنے کے لیے قطعاً استعمال نہ کیا جائے، اور اس کو خالص دینی اور نمہی حدود میں رہ کر حل کیا جائے تاکہ کوئی بھی شخص کل اسکو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال نہ کرے۔

(مداغلت)

جناب چیئر مین: آپ ان کے پاس آ کر بیٹھیں، پھر انکی باتیں سنیں۔ جب یہ تقریخت کر لیں گے تو پھر بات کرنا۔

He is an honourable member of the House; he is making the proposals.

ہر روز تو یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

**Ch. Mumtaz Ahmad:** I am Sorry.

مولوی مفتی محمد: جناب والا! یہاں پر ہمیں اس مسئلہ کو دستوری.....

**Mr. Chairman:** Do you like, to be interrupted when you are speaking? Do you like anybody else to hoot you?

چوہدری ممتاز احمد: نہ نہیں۔

جناب چیئر مین: انہوں نے کہا ہے، آپ بھی کر لیں،

When the time arises. When you are speaking in the Committee with good spirit, independent of any political consideration, the House Committee will decide this matter in the best interest of the nation. If you are making a political threatre, then go ahead will it. Yes, Molvi Mufti Mehmood.

مولوی مفتی محمود: اس مسئلہ کو ہم نے دستوری حیثیت سے حل کرنا ہوگا، اور دستور میں ہمیں مرزا یوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ کرنا ہوگا، خواہ دستور میں کسی وفعہ کا اضافہ کیا جائے یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وفعہ 106 میں جہاں پر صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم اقلیتوں کو نمائندگی دی گئی ہے وہاں پر عیسائیوں کا ذکر ہے، یہودیوں کا ذکر ہے، اس میں عکسوں کا، ہندوؤں کا، بدھ مت کا، جین کا بھی ذکر ہے، وہاں پر ان تمام جماعتوں کیسا تھا مرزا یوں کا بھی اضافہ کر دیا جائے، اور اس کے بعد اس کی تعریف کی جائے۔ تعریف میں بالکل واضح بات ہے کہ مرزا یوں کی بالکل محل واضح تعریف ہے کہ جو شخص بھی نہ ہبی حیثیت سے مرزا غلام احمد کو جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اسکو پیشواءً تسلیم کرے، خواہ مجدد کی حیثیت سے، مسیح موعود کی حیثیت سے، مهدی موعود کی حیثیت سے، نبی کی حیثیت سے، تشریعی نبی کی حیثیت سے، یا غیر تشریعی نبی کی حیثیت سے، ائمہ کی حیثیت سے، ظلیٰ یا بروزی یا عجازی یا العوی نبی کی حیثیت سے، کسی بھی حیثیت سے اسے نہ ہبی پیشواءً تسلیم کیا جائے، وہ لوگ مرزا آئی کھلوائیں گے۔ تعریف بالکل یہاں پر واضح ہے۔

بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ دستور میں کسی شخص کا نام نہیں لینا چاہئے۔ مثلاً ہم یہ کہیں کہ مرزا غلام احمد کو نہ ہبی پیشواءً نہ دالے مرزاً یہیں۔ انکا نام نہیں لینا چاہئے تو میں سمجھتا ہوں یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے آخراً دستور میں ہم نے جہاں پر صدر اور روزِ ریا عظیم کے لفاظ کے لفاظ دیے ہیں وہاں جناب نبی کریم ﷺ خاتم النبین ﷺ کا اسم گرامی بھی ہے۔ ایک مسلمان کی تشخیص کے لیے وہاں اسکا ذکر کیا ہے۔ اس لیے اگر مرزا جو دعویٰ نبوت کر چکے ہیں، ان کے مقتدین کی تعریف کے سلسلے میں بھی ان کا نام لے لیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ صرف مرزا یوں کی تعریف نہ کی جائے بلکہ عیسا یوں کی تعریف کر دی جائے، یہودی کی تعریف کی جائے، اس میں ہندو کی تعریف کر دی جائے، وہاں مرزا ی کی تعریف بھی ہو جائے تو یہ سب کی تعریف کے ضمن میں یہ ایک بات آ جائیگی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی بھی برا حسوس نہیں کرے گا کہ بین الصوبائی سطح پر اسکا ذکر ہو تو مقرض نہیں ہو گا۔

اس کے علاوہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں، جیسا کہ بعض چیزیں ہمارے سامنے آئی ہیں کہ دستور میں مسلمان کی تعریف کی جائے تعریف جامع اور با معنی ہو جائے گی تو وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح مرزا ی مسلمان کی تعریف میں جب شامل نہیں ہو گا تو خود بخود غیر مسلم اقیلت قرار دے دیا جائے گا۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ غیر مسلم کی تعریف کی جائے اور غیر مسلم کی تعریف میں اس کی تعریف ایسی نہیں بلکہ اس میں یہ فرقہ بھی آ جائے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آج مسلمانوں کا مطالبہ جو ہے اور یہ پورے ملک کا مطالبہ ہے، وہ مسلمان کی تعریف کا مطالبہ نہیں بلکہ ایک شخص اور میں گروہ جو اس ملک میں موجود ہے اور جس کے مذہبی عقائد بھی ہمارے سامنے ہیں، ان کے سیاسی عزائم اور مقاصد بھی ہمارے سامنے ہیں، اس فرقے کے متعلق دستور میں فیصلہ کرنے کا لوگوں کا مطالبہ ہے۔ صرف تعریف سے میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کا مطالبہ جو ہے وہ پورا نہیں ہو گا۔ اسکے بعد پھر ہمیں لا زما کورٹ میں جانا ہو گا اور کورٹ سے، فیصلہ کرانا ہو گا۔ اس لیے ہم ہر اس تجویز پر متفق ہو سکتے ہیں، کہ جس چیز کے ذریعہ سے ہمارے قانون دا ان حضرات یا جو لوگ دستور کے مابہر ہیں وہ یہ کہہ دیں کہ اب اس صورت حال میں اس ترمیم کے بعد یہ فرقہ جو ملک میں موجود ہے غیر مسلم قرار دے دیا گیا، تو ہم مطمئن ہو جائیں گے۔

جناب والا! ہمیں ایک قانون بھی بنانا ہو گا، جس میں ہم اس فرقے کے حقوق یا غیر مسلم فرقوں کے حقوق اور آبادی کے تناسب سے اس فرقے کو ملازمتیں وغیرہ دینا، اس کے بارے

میں ہمیں ایک قانون بھی بنانا ہوگا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقے سے انتظامیہ کی اصلاح بھی ہو سکے گی اس قانون کے ذریعہ سے۔ اس قانون میں تعریف بھی مکمل آنکتی ہے۔ وہ دستور کا حصہ تو نہیں ہوگی، وہ قانون ہوگا۔ قانون میں میں سمجھتا ہوں ان کی تعریف آنا ضروری ہے بہر حال اس مسئلے کو ہم اس طرح حل کریں کہ تمام مسلمان مطمئن ہو جائیں جمہوریت کا تقاضا بھی ہی ہے۔ ہمیں اس وقت اس انداز سے فیصلہ کرنا ہوگا کہ سیاسی گروہ بندی نہ ہو۔ یہی گزارشات تھیں جو میں عرض کرنا چاہتا تھا۔

**Mr. Chairman:** Thank you very much. Now the special Committee of the Whole House will meet day after tomorrow on 5th at 9.00 a.m., not tomorrow. Tomorrow there is no convenient time. The Prime Minister of Sri Lanka has to come tomorrow at about 11.00 a.m. If we could meet in the morning; but we cannot. The Attorney-General has also asked me to fix it on 5th. Before that, I think, almost all the members will have expressed their views. If any member is left out, he can speak on the 5th or 6th. So, on 5th, we will meet at 9.00 a.m. and Attorney-General will sum up his arguments.

Yes, Ch. Jahangir Ali, what do you want?

چودھری جہانگیر علی: جناب چیزیں! میں نے گزارش کرنی تھی کہ جس وقت میں نے اپنی تقریب کیا تھا تو میں نے کہا تھا کہ اس فرقے کو غیر مسلم اقلیت تراویدیا جائے۔ اس سے میرا مطلب لاہوری فرقہ اور ربوہ والا فرقہ دونوں مراد ہیں کیوں کہ لاہوری فرقہ بھی مرزا غلام احمد کو نی ہی مانتا ہے۔ یہاں کے بیانات سے ثابت ہو چکا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی: سید رحیم صاحب نیشنل آئیل نے ایک لیٹر بھیجا ہے ممبران کے نام۔ اس میں انہوں نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو ائمہ سینگ پونے چھ بجے شروع ہوگی۔ ممبران سے فرمایا گیا ہے کہ سو اپنچ بجے یہاں حاضر ہو جائیں۔

جناب چیئرمین: ایک لیٹر آج میں نے لکھوا�ا ہے، وہ آج شام تک آپکو بخیر جائے گا۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی: لیٹر ایشو ہو گیا ہے۔

جناب چیئرمین: میں نے اپنے نام سے ایک خط لکھوا�ا ہے آج، وہ آج شام تک پہنچ جائے گا۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی: میں تو یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ لکھا ہے کہ سوا پانچ بجے ممبران حاضر ہوں۔

جناب چیئرمین: دوسرا لیٹر ہے۔ جس میں یہ لکھا گیا ہے کہ دس پندرہ منٹ پہلے آپ یہاں آجائیں۔ آپ میری بات تو سن لیا وہ لیٹر under my own signatures ہوا ہے جس میں ساری کی ساری instructions ہیں، وہ آج شام تک پہنچ جائے گا۔ اور باقی تفصیلات طے ہو رہی ہیں۔ وہ طے کرنے کے بعد میں ہاؤس میں انداز فس کر دوں گا۔

The Prime Minister of Sri Lanka will address the Joint Session at 5.15 p.m. the members may come ten minutes earlier.

Thank you very much.

*The Special Committee of the Whole House adjourned to meet at nine of the clock, in the morning, on Thursday, the 5th September, 1974.*

